?بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

حصولُ الخیر بالتضحیۃِ عن الغیر

یعنی

غیر کی طرف سے قربانی

کی تحقیق

دوسرے کی طرف سے واجب یا تطوع قربانی کرنے
اور اس میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت کا حکم

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول: ذوالقعدۃ 1430ھ- اکتوبر 2009ء

طباعتِ چہارم:

صفحات: 55

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان

فون 051-5507270 فیکس 051-5780728

www.idaraghufran.org

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
5	**تمہید** (من جانبِ مؤلف)
6	**حصولُ الخیر بالتضحیة عن الغیر** یعنی **تضحیة عن الغیر میں تعدُّد اور اذنِ غیر کی شرط کی تحقیق**
//	شاةِ واحدة، یاسُبُعِ بقرة میں ایصالِ ثواب کی صورتیں
7	’’وان مات احد السبعة‘‘ کی بحث
12	اجازتِ ورثہ سے وصیت للوارث یا ازید من الثلث کی حیثیت
17	’’تضحیة عن الغیر‘‘ کی دو صورتیں
23	’’وَتَجُوزُ عَنْ سِتَّةٍ أَوْ خَمْسَةٍ أَوْ ثَلَاثَةٍ‘‘ کی بحث
28	تضحیة عن الغیر کی صورت میں اذنِ غیر کی شرط
33	خلاصۂ کلام

اول رائے گرامی: مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہٗ	36
اہلِ علم حضرات کی آراء	37
(1)......مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہٗ (کراچی)	//
(2)......مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدہٗ (نوشہرہ)	//
(3)......مولانا محمد قاسم چلاسی صاحب زید مجدہٗ (کلرسیداں، راولپنڈی)	38
(4)......مولانا مفتی ریاض محمد صاحب زید مجدہٗ (راولپنڈی)	39
(5)......مولانا مفتی غلام قادر صاحب زید مجدہٗ (اکوڑہ خٹک)	40
(6)......مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ (راولپنڈی)	//
(7)......مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ (راولپنڈی)	42
معروضات از طرف محمد رضوان (ادارہ غفران، راولپنڈی)	47
(8)......مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہٗ (ساہیوال، سرگودھا)	49
(9)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مجدہٗ (کراچی)	50
(ضمیمہ) اضحیہ کے علی العین یا علی الکفایہ ہونے کا مسئلہ	52

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

بندہ محمد رضوان نے کئی سال پہلے اپنے ایک رسالہ ''ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' کے ابتدائی ایڈیشنوں میں دوسرے کی طرف سے ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنے کے مسئلہ میں ایک چھوٹے جانور، یا اس کے ساتویں ایک حصہ میں سے زیادہ افراد کی طرف سے شرکت کو جائز قرار دیا تھا، اور اس سلسلہ میں چند اردو فتاویٰ پر اعتماد کیا گیا تھا، بعد میں تحقیق کرنے پر اس رائے کا مرجوح ہونا معلوم ہوا، جس کے نتیجہ میں بندہ نے اس پر ایک مفصل مضمون تحریر کیا، جس میں پہلے موقف سے رجوع کا اظہار بھی کیا گیا تھا۔

اس مضمون کو مرتب کرنے کے بعد بعض اکابر واہلِ علم حضرات کی خدمت میں بھی ارسال کیا گیا تھا، جس پر ان حضرات کی طرف سے مزید کچھ امور کی وضاحت کی ضرورت کا اظہار کیا گیا تھا، جس پر بندہ نے مزید وضاحت کی اور اس کا بھی اگلے ایڈیشن میں اظہار کیا گیا تھا۔

اب جبکہ اس مضمون کی علمی وتحقیقی رسائل کی جلد میں اشاعت ہورہی ہے، بندہ نے نظرِ ثانی کے بعد افادۂ مزیدہ کے طور پر اس میں ایک مختصر ضمیمہ کا بھی اضافہ کیا ہے، جس سے اس مسئلہ سے متعلق دوسرے فقہائے کرام کے اقوال پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔

فقط

محمد رضوان

01/ ربیع الاول/1438ھ 01/ دسمبر/2016ء بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصولُ الخیر بالتضحیۃِ عن الغیر

تضحیۃ عن الغیر میں تعدُّد

اور اذنِ غیر کی شرط کی تحقیق

بندہ محمد رضوان کے مرتب کردہ رسالہ ''ذُوالحجہ وقربانی کے فضائل واحکام'' (طباعتِ چہارم: ذُو القعدہ 1428ھ نومبر 2007ء) کے صفحہ 129 پر مسئلہ نمبر 9 مندرجہ ذیل الفاظ میں مذکور ہے:

ایصالِ ثواب کے لئے نفلی قربانی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی استاذ یا والدین یا کسی بھی فوت شدہ یا زندہ رشتہ دار وا جنبی مسلمان کی طرف سے ان کو ثواب پہنچانے کے لئے کرنا درست ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص پورے ایک چھوٹے جانور یا بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قربانی کا ثواب کئی لوگوں کو پہنچائے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ کئی لوگ مل کر ایک قربانی کا ثواب ایک یا زیادہ لوگوں کو پہنچائیں۔

اس مسئلہ پر بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے توجہ دلانے پر دوبارہ، بلکہ سہ بارہ تحقیق کی گئی، جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جارہی ہے۔

شاۃِ واحدۃ، یاسُبُعِ بقرۃ میں ایصالِ ثواب کی صورتیں

اکثر فقہائے کرام کے نزدیک قربانی کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کرنا تو درست ہے، اس لئے اس سے تو بحث نہیں۔ [1]

بندہ کی مندرجہ بالا عبارت میں مذکورہ مسئلہ میں دوصورتوں کو بیان کیا گیا ہے، ایک یہ کہ

---

[1] اس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔

www.idaraghufran.org

ایصالِ ثواب کرنے والے کی طرف سے پورے ایک چھوٹے جانور کا یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ کا ثواب متعدد افراد کے لئے ہو، اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک قربانی میں ایصالِ ثواب کرنے والے ایک سے زیادہ افراد شریک ہوں۔

ان میں سے پہلی صورت کا جواز تو حنفیہ کے نزدیک بے غبار ہے، کیونکہ اس صورت میں قربانی کی ملکیت میں شرکت نہیں، بلکہ صرف اجر و ثواب میں شرکت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قربانی جو پوری امت کی طرف سے فرمائی، اس کے بارے میں متعدد حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ثواب میں شریک فرمایا تھا۔ [1]

اور رہی دوسری صورت تو اس کا جواز فتاویٰ رحیمیہ اور فتاویٰ محمودیہ سے اخذ کیا گیا تھا۔

”وان مات احد السبعة“ کی بحث

چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں اس کے متعلق ایک سوال و جواب درجِ ذیل طریقہ پر مذکور ہے:

سوال: چھ آدمیوں نے مل کر قربانی کے بڑے جانور میں اپنا اپنا واجب حصہ رکھا، اور ساتویں حصہ میں سب نے شریک ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نفل قربانی کی نیت کرلی، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ واجب قربانی پر تو برا اثر نہیں پڑتا؟ یاد رہے کہ ساتواں حصہ ایک شخص کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ ایک حصہ میں چھ شریک ہیں، لہٰذا کتاب کے حوالہ سے جواب دیا جائے؟

---

[1] البتہ اس واقعہ کو حنفیہ کے علاوہ بعض دوسرے فقہائے کرام اضحیۃ واحدۃ کے، جمیع اھلِ بیت کی طرف سے کافی ہونے پر محمول کرتے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

وتأويل حديث الباب انه صلى الله عليه وسلم أراد اشتراك جميع أمته فى الثواب تفضلا منه على أمته (إنجاح الحاجة على سنن ابنِ ماجه،لعبدالغنى المجددى، ص ٢٢٦، باب الهدى من الاناث والذكور)

ثم المشاركة إما محمولة على الثواب، وإما على الحقيقة، فيكون من خصوصية ذلك الجناب، والأظهر أن يكون أحدهما عن ذاته الشريفة، والثانى عن أمته الضعيفة(مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١٠٨٣، كتاب الصلاة، باب فى الاضحية)

الجواب...... (إن مات أحد السبعة) المشتركين فی البدنة (وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح) عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل، ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم لان بعضها لم يقع قربة(الدرالمختار مع الشامی ج۵ص ۲۸۴، کتاب الاضحیة)

روایتِ مذکورہ فقہیہ سے استحساناً جائز معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جب ساتواں حصہ دار فوت ہوگیا، تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوگیا، اور اس حصہ کے ورثاء مالک بن گئے، اورانہوں نے اس ساتویں حصہ کے مالک ہونے کی حیثیت سے قربانی کی اجازت دے دی، تو اس کی قربانی درست ہوگئی، اسی طرح صورتِ مسئولہ میں چھ ساتھیوں نے ساتواں حصہ خرید کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کر دیا تو درست ہونا چاہئے، دوسرے علماء سے بھی دریافت کر لیا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ مبوب، جلد دہم، ص۵۷، کتاب الاضحیۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

فتاویٰ رحیمیہ میں جس جزئیہ سے استدلال کیا گیا ہے، وہ کتبِ حنفیہ میں بھی مذکور ہے۔ [1]

---

[1] جن میں سے چند عبارات مندرجہ ذیل ہیں۔

"ردُّالمحتار" میں "الدُّر المختار" کی عبارت کے ذیل میں ہے:

(قوله وقال الورثة) أی الكبار منهم نهاية (قوله لقصد القربة من الكل) هذا وجه الاستحسان. قال فی البدائع لأن الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ويحج عنه، وقد صح أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ضحى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من أمته وإن كان منهم من قد مات قبل أن يذبح اهـ لأن له -صلى الله عليه وسلم -ولاية عليهم أتقانی (ردالمحتار، ج٦ص ٣٢٦، كتاب الاضحية)

اور "الفتاویٰ الهندية" میں ہے:

وإذا اشترى سبعة بقرة ليضحوا بها فمات أحد السبعة وقالت الورثة وهم كبار : اذبحوها عنه وعنكم جاز استحسانا، ولو ذبح الباقون بغير إذن الورثة لا يجزئهم؛ لأنه لم يقع بعضها قربة لعدم الإذن منهم فلم يقع الكل قربة ضرورة عدم التجزی كذا فی الكافی(الفتاویٰ الهندية، ج۵ص ٣٠٥، كتاب الاضحية، الباب الثامن)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کے پیشِ نظر پہلے بظاہر یہ سمجھا گیا تھا کہ فوت ہونے کے بعد وفات شدہ شخص کی سبعِ بقرۃ میں ملکیت ختم ہو چکی ہے، اور اس پر ورثاء کی ملکیت قائم ہو چکی ہے، اور ورثاء کی اجازت سے (جو کہ عموماً ایک سے زیادہ افراد ہیں) جب جواز بیان کیا گیا، تو یہ گویا کہ اس ساتویں حصہ کے ذریعہ سے ورثہ کی طرف سے مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہوئی۔

اور فتاویٰ رحیمیہ میں اگرچہ سبعِ بقرۃ میں شرکت کا حکم ان شرکاء کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ جو اس بقرہ میں کامل حصہ بھی رکھتے ہیں، لیکن جس جزئیہ پر اس صورت کے جواز کو قیاس کیا گیا ہے، اس میں سبعِ بقرہ (یعنی گائے کے ساتویں حصہ) کی تجزی کے شرکاء (یعنی مرحوم کے ورثاء) وہ نہیں ہیں، جن کا اس بقرہ میں کامل حصہ موجود ہے، اس لئے اگر یہ قیاس درست مانا جائے، تو دونوں صورتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے، بلکہ شاۃِ واحدۃ میں بھی بغرضِ ایصالِ ثواب شرکت کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ دونوں میں مابہ الفرق کوئی بھی نہیں، اور اسی عموم کو ملحوظ رکھ کر ہماری طرف سے پہلے جواز کا قول کیا گیا تھا۔

لیکن اب غور کرنے سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے قواعد کے مطابق یہ استدلال درست نہیں تھا، اور جس جزئیہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا تھا، امداد المفتین میں اس جزئیہ کی ایک دوسری تاویل کی گئی ہے، اور اس تاویل کی روشنی میں مذکورہ صورت میں سبعِ بقرۃ اور شاۃِ واحدۃ میں (یعنی گائے کے ساتویں حصہ، یا ایک بکری) بغرضِ ایصالِ ثواب شرکت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ امداد المفتین سے اس سلسلہ میں سوال اور جواب ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

سوال (۸۵۰) میت کی طرف سے بلا امر قربانی کی جائے تو میت کو محض ثواب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور ''المحیطُ البرھانی'' میں ہے:

قال فی الأصل: سبعة اشتركوا فی بقرة، أو بدنة ثم مات بعضهم قبل أن ینحروا، فقال ورثته انحروها عنكم، وعن فلان المیت هل یجزئهم؟ القیاس: أن لا یجزئهم، وفی الاستحسان: إنه یجزئهم (المحیط البرھانی، ج۸ص ۴۷۸، كتاب الاضحیة، الفصل الثامن فیما یتعلق بالشركة فی الضحایا)

ملتا ہے، اور ملک ذابح کا رہتا ہے، کما فی الخلاصة:

سئل نضیر عن رجل ضحی عن المیت قال الاجر له والملک لهذا وقال محمد بن سلمة مثل ذلک وقال محمد بن مقاتل مثل ذلک وابو المطیع مثله اھ (خلاصة ص ۳۲۲، ج ۲)

اور قاضی خان میں بھی ایسا ہی مذکور ہے:

ولو ضحی عن میت من مال نفسه بغیر امر المیت جاز وله ان یتناول منه ولا یلزمه ان یتصدق لانها لم تصر ملکا للمیت بل الذابح اضحیه سقطت عنه (ص ۳۳۳، ج ۴)

قاضی خان کی عبارت تو بالکل تصریح کر رہی ہے کہ مِلک، ذابح کا ہے، بنا بریں اگر ایک بکری یا بکرا دو تین آدمی مل کر اپنے استاد یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بلا امر قربانی کریں تو صحیح نہ ہونا چاہئے، کیونکہ ایک بکری میں دو تین آدمی کی شرکت جائز نہیں، لیکن یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ عامہ متون وشروح میں مذکور ہے:

واذا اشتری سبعة بقرة لیضحو بها فمات احدهم قبل النحر وقالت الورثة اذبحوها عنه وعنکم اجزأهم .

تقریرِ اشکال یہ ہے احدی الشرکاء، مرتا ہے، اس کے ورثہ اس کے حصہ کے مالک ہوگئے، اور میت کچھ وصیت یا امر نہیں کر گیا، ورثہ کی اجازت اس پر دال ہے کہ ملک ہے اور ان کے متعدد ہونے کی صورت میں یہ قربانی صحیح نہ ہونی چاہئے، لیکن تمام متون وشروح میں اس کو جائز لکھتے ہیں، براہِ کرم اس اشکال کا حل فرما دیں۔

ورثہ کی ضرورت کیوں ہے، نیز صاحبِ هدایة کی تعلیل:

الاتحاد المقصود وهو القربة وقد وجد هذا الشرط فی الوجه الاول لان التضحیة عن الغیر عرفت قربته اھ،

www.idaraghufran.org

سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ ملکِ میت کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے:

کما دل عليه قوله ولو مات واحد منهم فذبحها الباقون، بغير اذن الورثة لايجزيهم لانه لم يقع بعضها قربة وفيما تقدم وجد الاذن حق الورثة فكان قربته اهـ(هدايه ۴۳۳، ج۴) **فقط**

الجواب ...... اشکال آپ کا بے شک قابلِ توجہ ہے، اس کے حل کے متعلق کوئی تصریح تو ملی نہیں، لیکن خود غور کرنے سے جو بات سمجھ میں آئی ہے، وہ عرض کر دیتا ہوں، دوسرے علماء سے بھی تحقیق کر لی جائے، قربانی کے جانور کا کوئی حصہ خریدنے کے بعد خریدنے والا مر گیا، تو یہ ایک بین بین صورت ہے، نہ تو ملک میت ہے اور نہ ہنوز ملکِ ورثہ اس میں مکمل ہے، بلکہ ایک شئِ موقوف کی طرح ہے، کہ اگر ورثہ اجازت دے دیں، تو منجانبِ میت قربانی ہو جائے اور اجازت نہ دیں، تو وہ اس کی قیمت شرکاء سے لے کر ترکہ میں شامل کر کے تقسیم کر سکتے ہیں، اس کی ایک نظیر وصیت للوارث یا وصیت بازید من الثلث ہے، کہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے کہ میت کا تصرف اگر اس میں پوری طرح نافذ ہوتا، تو اجازت ورثہ کی ضرورت کیا تھی، اور اگر ورثہ کی ملک تام ہوتی، تو پھر الا باذنِ الورثة کا استثناء بظاہر مناسب نہیں تھا، بلکہ یہ ہوتا کہ ورثہ اس کے مالک ہیں، وہ چاہیں کریں، اگر دیں تو وہ ہبۂ مبتدیہ ہوگا، نہ دیں تو ان کو اختیار ہے، الغرض حدیث میں اس کو بعنوانِ استثناء تعبیر کرنے سے ظاہر یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت اس جگہ بالکل ہبۂ مستقلہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ حصۂ اضحیۃ اگر چہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے، وہ اجازت نہ دیں، تو ترکہ میں شامل ہو جائے گا، لیکن جب وہ اجازت دے دیں، تو یہ تصرف میت ہی کا نافذ ہوگا، اور یہ عمل اسی کی طرف منسوب ہوگا۔ مثل وصیت زائد عن الثلث

کے کہ بعد اجازت ورثہ کے میت کا ہی تصرف ہو کر وصیت ہی کی حیثیت سے نافذ ہوتی ہے، ورثہ کا صدقہ یا ہبہ نہیں کہلاتی، اور اس صورت میں سبع بقرۃ کا تجزیہ نہ ہوا، واللہ اعلم ۲/ جمادی الثانی ۶۷ ھ (امداد المفتین ص ۷۹۵، ۷۹۶، کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ والختان، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: مئی 2001ء) ۱

اجازتِ ورثہ سے وصیت للوارث یا ازید من الثلث کی حیثیت

امداد المفتین کی مذکورہ عبارت میں جو وصیت للوارث اور وصیت بازید من الثلث کے بارے میں وارثوں کی طرف سے ہبۂ مستقلہ نہ ہونے کی بات فرمائی ہے، وہ حنفیہ کے قواعد کے مطابق درست ہے، اور فقہائے حنفیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

چنانچہ "ردالمحتار" میں ہے:

لَعَلَّهُ لِكَوْنِهِ لَيْسَ هِبَةً مِنْ كُلِّ وَجْهٍ كَمَا أَفَادَهُ مَا نَقَلْنَاهُ آنِفًا ، لِأَنَّ عَقْدَ الْوَصِيَّةِ صَحِيحٌ مَوْقُوفٌ عَلَى الْإِجَازَةِ ؛ إذْ لَوْ كَانَ بَاطِلًا لَمْ يَنْفُذْ بِهَا وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ أَوْصَى لَهُ بِعَبْدِ فُلَانٍ ثُمَّ مَلَكَهُ تَبْقَى الْوَصِيَّةُ اهـ لَكِنْ ذَكَرَ الزَّيْلَعِيُّ أَنَّهَا لَا تَبْقَى تَأَمَّلْ (قَوْلُهُ : بَلْ يُجْبَرُوا) صَوَابُهُ يُجْبَرُونَ (قَوْلُهُ : لِمَا تَقَرَّرَ إلَخْ) بَيَانٌ لِلْفَرْقِ . وَحَاصِلُهُ : أَنَّ الْوَصِيَّةَ هُنَا فِي مَخْرَجِهَا صَحِيحَةٌ لِمُصَادَفَتِهَا مِلْكَ نَفْسِهِ ، وَالتَّوَقُّفُ كَانَ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ فَإِذَا أَجَازُوا سَقَطَ حَقُّهُمْ فَنَفَذَ مِنْ جِهَةِ الْمُوصِي (ردالمحتار، ج۶ ص ۶۷۸، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال)

---

۱ اور اس جزئیہ میں ورثہ کی طرف سے "اذبحوا عنه" کے جملہ میں "عنه" کا لفظ بھی اس معنیٰ کی تائید کرتا ہے، کہ یہ تصرف میت کی طرف سے واقع ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ایک سے زیادہ ورثاء اس حصہ میں اپنی اپنی قربانی کی نیت کر لیں تو پھر جائز نہیں ہوگا، للتجزی، کما سیجیئ۔ محمد رضوان

www.idaraghufran.org

اور ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

الْـوَصِيَّةَ لِلْـوَارِثِ لَيْسَـتْ وَصِيَّةً بَـاطِلَةً بِـدَلِيـلِ أَنَّهُ لَوْ اتَّصَلَتْ بِهَا الْإِجَازَةُ جَازَتْ (بدائع الصنائع، ج۷ص۳۳۸، کتاب الوصایا، فصل فی شرائط رکن الوصية)

''بدائع الصنائع'' ہی میں ایک اور مقام پر ہے:

الْـوَصِيَّةِ بِـمَـا زَادَ عَـلَـى الثُّـلُـثِ إذَا أَجَـازَهَا الْوَرَثَةُ إنَّهَا تَجُوزُ .وَلَا يُشْتَـرَطُ فِيهَـا التَّسْـلِيمُ إلَى الْمُوصَى لَهُ ؛ لِأَنَّ التَّصَرُّفَ هُنَاكَ وَقَعَ وَصِيَّةً لِـمُـصَادِفَتِهِ مِلْكَ نَفْسِهِ فَلَا يُفْتَقَرُ إلَى التَّسْلِيمِ ، وَإِنَّمَا يُفْتَقَرُ إلَـى الْـإِجَـازَةِ، فَإِذَا وُجِدَتِ الْإِجَازَةُ جَازَتِ الْوَصِيَّةُ ، وَنُفِّذَتْ (بدائع الصنائع، ج۷ص۳۷۱، کتاب الوصایا، فصل فی شرائط رکن الوصية ،درذيل وجوده عند موت الموصى)

اور ''احکامُ القرآن للجصاص'' میں ہے:

وَقَوْلُهُ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ :(إلَّا أَنْ تُجِيزَهَا الْوَرَثَةُ) يَدُلُّ عَـلَـى أَنَّهَا إذَا أَجَازَتْهَا فَهِيَ جَائِزَةٌ ، وَتَكُونُ وَصِيَّةً مِنْ قِبَلِ الْمُوصِيّ لَا تَـكُونُ هِبَةً مِنْ قِبَلِ الْوَارِثِ (احكام القرآن للجصاص، ج۳ص۳۳ ،باب الوصية للوارث ،سورة النسآء)

ایک اور مقام پر'' احکامُ القرآن للجصاص'' میں ہی ہے:

وَدَلَّ عَـلَـى أَنَّ الْـوَرَثَةَ مَتَـى أَجَـازَتْ الْـوَصِيَّةَ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ هِبَةً مُسْتَـأْنَـفَةً مِنْ جِهَتِهِمْ فَتُحْمَلُ عَلَى أَحْكَامِ الْهِبَاتِ فِي شَرْطِ الْقَبْضِ وَالتَّسْـلِيـمِ وَنَـفْـيِ الشُّيُوعِ فِيمَا يُقَسَّمُ ، وَالرُّجُوعِ فِيهَا ، بَلْ تَكُونُ مَحْمُولَةً عَلَى أَحْكَامِ الْوَصَايَا الْجَائِزَةِ دُونَ الْهِبَاتِ مِنْ قِبَلِ مُجِيزِيهَا

مِنُ الْوَرَثَةِ .وَدَلَّ أَيْضًا عَلَى جَوَازِ الْعُقُودِ الْمَوْقُوفَةِ الَّتِي لَهَا مُجِيزٌ لِأَنَّ الْمَيِّتَ عَقَدَ الْوَصِيَّةَ عَلَى مَالٍ هُوَ لِلْوَارِثِ فِي حَالِ وُقُوعِ الْوَصِيَّةِ .وَجَعَلَهَا النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَوْقُوفَةً عَلَى إجَازَةِ الْوَارِثِ ، فَصَارَ ذَلِكَ أَصْلًا فِيمَنْ عَقَدَ عَقْدَ بَيْعٍ أَوْ عِتْقٍ أَوْ هِبَةٍ أَوْ رَهْنٍ أَوْ إجَارَةٍ عَلَى مَالِ الْغَيْرِ أَنَّهُ يَقِفُ عَلَى إجَازَةِ مَالِكِهِ ؛ إذْ كَانَ عَقْدًا لَهُ مَالِكٌ يَمْلِكُ ابْتِدَاءَهُ وَإِيقَاعَهُ ، وَقَدْ دَلَّ أَيْضًا عَلَى أَنَّهُ ؛ إذْ أَوْصَى بِأَكْثَرَ مِنْ الثُّلُثِ كَانَتْ مَوْقُوفَةً عَلَى إجَازَةِ الْوَرَثَةِ ، كَمَا وَقَفَهَا النَّبِيُّ عَلَى إجَازَتِهِمْ إذَا أَوْصَى بِهَا لِوَارِثٍ فَهَذِهِ الْمَعَانِي كُلُّهَا فِي ضِمْنِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ :(لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ إلَّا أَنْ يُجِيزَهَا الْوَرَثَةُ) (احکام القرآن للجصاص ،ج ا ص۲۰۷ ،باب الوصية للوارث إذا أجازتها الورثة،سورة البقرة)

حنفیہ کی مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ وصیت للوارث اور وصیت بازید من الثلث کی صورت میں ورثہ کی اجازت سے وہ هبۂ مستانفة و مستقلة نہیں ہوتا، کیونکہ وہ وصیت موقوف ہوتی ہے، اور ورثہ کی اجازت سے صرف اس کا نفاذ ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس میں ہبہ کی دیگر شرائط کا پایا جانا بھی ضروری نہیں ہوتا۔

اور مبحوث فیہ ''اذا مات احد السبعة'' کے مسئلہ میں بھی ورثہ کی طرف سے اجازت کے الفاظ کی تعبیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ورثہ کی طرف سے ''اذبحوا عنه'' کے الفاظ ہیں، جو اضحية کے میت کی طرف سے واقع ہونے کی طرف مشیر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ورثہ اس سُبُعِ بقرۃ (یعنی بقرہ کے ساتویں حصہ) میں اپنی قربانی کی نیت کریں، تو پھر یہ صورت جائز نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں یہ عمل میت کی طرف سے واقع نہ ہوگا، بلکہ ان ورثہ کی طرف سے واقع ہوگا، اور ان کی اپنی ملکیت میں تصرف کہلائے گا، اور اس صورت میں سبعِ بقرۃ کی ذابحین کی طرف سے تجزی لازم آئے

www.idaraghufran.org

گی، جو کہ جائز نہیں ہے۔
جس سے امداد المفتین کے مذکورہ فتوے کی ترجیح بصراحت معلوم ہوئی۔
اور اسی سے مذکورہ جزئیہ میں استحسان کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ وہ اذنِ ورثہ کی وجہ سے قربت بنا ہے۔
اور آگے آتا ہے کہ ایصالِ ثواب کی قربانی ملکِ ذابح ہوتی ہے، اس قربانی پر دوسرے کی ملکیت قائم نہیں ہوتی، اور اس قربانی سے دوسرے کو صرف ثواب پہنچتا ہے۔
اور یہ ظاہر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک شاۃِ واحدۃ، یا سبع بقرۃ (بقرۃ کے ساتویں حصہ) میں بوجہ تجزی کے اشتراکِ ملکیت درست نہیں۔
چنانچہ جن احادیث میں ایک قربانی کا پورے گھر کی طرف سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری امت کی طرف سے ادا کئے جانے کا ذکر ہے۔ [1]
حنفیہ نے ان احادیث کو ملکیت میں شرکت کے بجائے ثواب میں شرکت پر محمول کیا ہے۔
جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے ظاہر ہے۔
فی حاشیة السندی علی ابنِ ماجه:
(عَنْ مُحَمَّدٍ وَآل مُحَمَّدٍ)اِسْتَدَلَّ بِهِ مَنْ يَقُول الشَّاة الْوَاحِدَة تَكْفِي لِأَهْلِ الْبَيْت فِي أَدَاء السُّنَّة وَمَنْ لَا يَقُول بِهِ يَحْمِل الْحَدِيث عَلَى

---

[1] مثلاً مندرجہ ذیل حدیث:
حدثني عمارة بن عبد الله قال :سمعت عطاء بن يسار يقول :سألت أبا أيوب الأنصاري :كيف كانت الضحايا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال :كان الرجل يضحي بالشاة عنه وعن أهل بيته، فيأكلون ويطعمون حتى تباهى الناس، فصارت كما ترى :هذا حديث حسن صحيح وعمارة بن عبد الله مديني، وقد روى عنه مالك بن أنس والعمل على هذا عند بعض أهل العلم، وهو قول أحمد، وإسحاق، واحتجا بحديث النبي صلى الله عليه وسلم أنه ضحى بكبش، فقال :هذا عمن لم يضح من أمتي، وقال بعض أهل العلم :لا تجزي الشاة إلا عن نفس واحدة، وهو قول عبد الله بن المبارك، وغيره من أهل العلم(سنن الترمذي، رقم الحديث ١٥٠٥، ابواب الاضاحي، باب ما جاء أن الشاة الواحدة تجزي عن أهل البيت)

www.idaraghufran.org

الِاشْتِرَاکِ فِی الثَّوَابِ کَیْفَ وَقَدْ ضَحَّی عَنْ تَمَامِ الْأُمَّةِ بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ وَهِیَ لَا تَکْفِی عَنْ أَهْلِ الْبُیُوتِ الْمُتَعَدِّدَةِ بِالِاتِّفَاقِ وَفِی الزَّوَائِدِ فِی إِسْنَادِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ مُخْتَلَفٌ فِیهِ (حاشیة السندی علی ابن ماجه، ج۲ص ۲۷۱ ،کتاب الاضاحی، باب اضاحی رسول اللہصلی الله علیه وسلم)

وفی بدائع الصنائع :

وَأَمَّا قَدْرُهُ فَلَا یَجُوزُ الشَّاةُ وَالْمَعْزُ إِلَّا عَنْ وَاحِدٍ وَإِنْ کَانَتْ عَظِیمَةً سَمِینَةً تُسَاوِی شَاتَیْنِ مِمَّا یَجُوزُ أَنْ یُضَحَّی بِهِمَا ؛ لِأَنَّ الْقِیَاسَ فِی الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ أَنْ لَا یَجُوزَ فِیهِمَا الِاشْتِرَاکُ ؛ لِأَنَّ الْقُرْبَةَ فِی هَذَا الْبَابِ إِرَاقَةُ الدَّمِ وَأَنَّهَا لَا تَحْتَمِلُ التَّجْزِئَةَ ؛ لِأَنَّهَا ذَبْحٌ وَاحِدٌ وَإِنَّمَا عَرَفْنَا جَوَازَ ذَلِکَ بِالْخَبَرِ فَبَقِیَ الْأَمْرُ فِی الْغَنَمِ عَلَی أَصْلِ الْقِیَاسِ .فَإِنْ قِیلَ :أَلَیْسَ أَنَّهُ رُوِیَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّی بِکَبْشَیْنِ أَمْلَحَیْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ وَالْآخَرُ عَمَّنْ لَا یَذْبَحُ مِنْ أُمَّتِهِ فَکَیْفَ ضَحَّی بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ عَنْ أُمَّتِهِ ؟ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .(فَالْجَوَابُ)أَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّمَا فَعَلَ ذَلِکَ لِأَجْلِ الثَّوَابِ ؛ وَهُوَ أَنَّهُ جَعَلَ ثَوَابَ تَضْحِیَتِهِ بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ لِأُمَّتِهِ لَا لِلْإِجْزَاءِ وَسُقُوطِ التَّعَبُّدِ عَنْهُمْ وَلَا یَجُوزُ بَعِیرٌ وَاحِدٌ وَلَا بَقَرَةٌ وَاحِدَةٌ عَنْ أَکْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ وَیَجُوزُ ذَلِکَ عَنْ سَبْعَةٍ أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِکَ ، وَهَذَا قَوْلُ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ .وَقَالَ مَالِکٌ رَحِمَهُ اللَّهُ :یُجْزِی ذَلِکَ عَنْ أَهْلِ بَیْتٍ وَاحِدٍ -وَإِنْ زَادُوا عَلَی سَبْعَةٍ -وَلَا یُجْزِی عَنْ أَهْلِ بَیْتَیْنِ -وَإِنْ کَانُوا أَقَلَّ مِنْ سَبْعَةٍ -وَالصَّحِیحُ قَوْلُ الْعَامَّةِ ؛ لِمَا رُوِیَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (الْبَدَنَةُ تُجْزِی عَنْ

سَبُعَةٍ وَالْبَقَرَةُ تُجۡزِى عَنۡ سَبۡعَةٍ) وَعَنۡ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ :(نَحَرۡنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ الۡبَدَنَةَ عَنۡ سَبۡعَةٍ وَالۡبَقَرَةَ عَنۡ سَبۡعَةٍ مِنۡ غَيۡرِ فَصۡلٍ بَيۡنَ أَهۡلِ بَيۡتٍ وَبَيۡتَيۡنِ) وَلِأَنَّ الۡقِيَاسَ يَأۡبٰى جَوَازَهَا عَنۡ أَكۡثَرِ مِنۡ وَاحِدٍ لِمَا ذَكَرۡنَا أَنَّ الۡقُرۡبَةَ فِى الذَّبۡحِ وَأَنَّهُ فِعۡلٌ وَاحِدٌ لَا يَتَجَزَّأُ ؛ لَكِنَّا تَرَكۡنَا الۡقِيَاسَ بِالۡخَبَرِ الۡمُقۡتَضِى لِلۡجَوَازِ عَنۡ سَبۡعَةٍ(بدائع الصنائع، ج۵ ص ۷۰، كتاب التضحية، فصل فى محل إقامة الواجب فى الأضحية)

اور جب بڑے جانور میں بھی قیاس کا تقاضا عدمِ تجزی کا تھا؛ مگر حدیث کی وجہ سے اس سے عدول کیا گیا، تو سبعِ بقرة (یعنی بقرہ کے ساتویں حصہ) کی تجزی تو حدیث سے بھی ثابت نہیں، لہٰذا جب مباشر، مضحی کا نائبِ محض (یعنی وکیل ہوگا اور وکیل کا فعل مؤکل کا فعل ہوتا ہے) تو جس طرح اصیل و موکل کو ایک شاۃ، یا سبعِ بقرة کا ایک سے زیادہ کی طرف سے کرنا جائز نہیں ہوتا، اسی طرح نائب کو بھی جائز نہیں۔

البتہ اگر مضحی ہی مباشر بھی ہو، تو وہ دراصل ملکیتِ خود میں دوسرے کو صرف ثواب میں شریک کرے گا، اور وہ شرکت جائز ہوگی، لیکن اس سے حنفیہ کے نزدیک ملکیت کے اشتراک کا جواز بہرحال ثابت نہیں ہوتا۔[1]

”تضحية عن الغير“ کی دو صورتیں

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس پر مفصل و مدلل کلام فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں کہ:

قلت: التضحية عن الغير تحتمل وجهين:

---

[1] البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام بعض صورتوں میں اضحیۂ واحدۃ کے اہلِ بیت کی طرف سے کفایت کا قول رکھتے ہیں، جس کی وضاحت اسی رسالہ کے ضمیمہ میں آتی ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

أحدهما: أن يكون المضحى هو الغير ويكون المباشر نائبا عنه، ومثل هذه التضحية لايجوز بشاة واحدة عن أكثر من واحد عند أبى حنيفة وأصحابه لما دل الدليل على أن الشاة الواحد لاتجزئ إلا عن واحد.

والثانى: أن يكون المضحى هو المباشر ويشرك غيره فى الثواب أو يهديه له، ومثل هذه التضحية لايمنعه أبوحنيفة وأصحابه، لا لواحد، ولا لأكثر، ومحمل الأحاديث هو الوجه الثانى لا الأول، إذ لو كان محملها المعنى الأول لجاز الشاة الواحدة عن جميع المسلمين، كما يدل عليه حديث أبى رافع أنه صلى الله عليه وسلم ضحى عن جميع أمته، وحديث جابر أنه صلى الله عليه وسلم ضحى عمن لم يضح من أمته، ولايقول به أحد حتى أحمد وإسحاق حيث خصوا الإجزاء بأهل البيت فقط. وحتى الشوكانى نفسه حيث قال: والحق أنها تجزئ عن أهل البيت، وإن كانوا مائة نفس، أو أكثر كما قضت به السنة اهـ.

فالأحاديث المذكورة حجة عليهم لا لهم وهى معاضدة لمذهب أبى حنيفة لا معارضة له. كما ظنه الشوكانى. وأيضاً لوجاز الشاة الواحدة عن أكثر من واحد لجاز البقرة والبعير عن أكثر من سبعة أو عشرة على اختلاف القولين فى البعير، لان كلا منهما مشتمل على سبع شياه أو عشر شياه، فلما جاز الشاة الواحدة عن أكثر من واحد فلا بد أن تجوز البقرة عن أكثر من سبعة، والبعير عن أكثر

من سبعة أو عشرة كما لايخفى، وحينئذ يبطل تحديد الشارع بالسبعة، أو العشرة فيهما لامحالة.

فالحق هو ماذهب إليه أبو حنيفة وأصحابه أنه لاتجوز الشاة الواحدة إلا عن واحد، وهو القياس، لأن الشاة أدنى ماتجوز به الأضحية، فلو اشترك فيه الاثنان أو الأكثر كان المضحى به عن كل واحد النصف أو الثلث أو الربع أو أقل من ذالک، فلايكون الشاة أدنى ماتجوز به الأضحية، ولم يكن لتخصيص أهل البيت معنى، إذ لما جاز التضحية بأقل من الشاة فأهل البيت الواحد والبيوت الكثيرة سواء (اعلاء السنن، جلد ۱۷، صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰، باب التضحية بالشاة وتشريک الغير فى الثواب أو إيثاره له به، مطبوعه: ادارة القرآن كراچى)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر کی طرف سے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ مضحِی، غیر ہو (خواہ وہ غیر، حی ہو، یا میت) اور مباشر اس کا نائب ہو، اس صورت میں شاۃِ واحدۃ (یا سبعِ بقرۃ) کی قربانی کا ایک سے زیادہ کی طرف سے کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

اور اس صورت میں عند الحنفیۃ غیر کی اجازت کا ہونا بھی ضروری ہوگا (خواہ صراحتاً اجازت ہو یا دلالۃً، جیسا کہ آگے آتا ہے)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ مضحی ہی مباشر ہو، اور وہ غیر کو ثواب میں شریک کرے، یا غیر کو ثواب ہبہ کرے (خواہ وہ غیر، حی ہو، یا میت) اس صورت میں غیر کا تعدُّد مضر نہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت کو جو اضحیۃ واحدۃ میں شریک فرمایا، یا صحابۂ کرام نے شاۃِ واحدۃ کو پورے گھر کی طرف سے کافی فرمایا، تو وہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک اسی

www.idaraghufran.org

صورتِ ثانیہ پر محمول ہے۔ [1]

اوراس صورت میں غیر کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی (جیسا کہ آگے آتا ہے)

البتہ اس دوسری صورت میں عند الحنفية مضحی ومباشر کا ایک قربانی میں تعدد جائز نہیں، چنانچہ ''تکملة فتح الملهم'' میں ہے:

قوله: تقبل من محمد وآل محمد استدل به النووی رحمه الله على جواز التضحية الرجل عنه وعن أهل بيته واشتراكهم معه فى الثواب. قال: (وهو مذهبنا ومذهب الجمهور، وكرهه الثورى وأبوحنيفة وأصحابه)

قال العبد الضعيف عفاالله عنه: الاشتراك على معنيين: الأول ان تقع الأضحية عن واحد ثم يهب المضحى ثوابها الىٰ غيره. والثانى: أن يكون الاشتراك فى ملک الشاة وتقع الأضحية عن أكثر من واحد. فإن كان النووى رحمه الله أراد المعنى الأول. فما نقله من خلاف أبى حنيفة فى ذلک غير صحيح، لانه رحمه الله لايكره لرجل أن يهب ثواب اضحيته إلى الآخرين بالغا عددهم مابلغ، وعليه يحمل حديث الباب، وإن أراد المعنى الثانى، فإنه لا يقول به الشافعية أيضاً.

وتفصيل المسألة ان الشاة الواحدة لاتجزئ إلا عن واحد عند أبى حنيفة والشافعى، نعم يجوز له أن يشرک من شاء فى أجر

---

[1] (اللهم تقبل من محمد وآل محمد) ، ومن أمة محمد .قال الطيبى :المراد المشاركة فى الثواب مع الأمة ;لأن الغنم الواحد لا يكفى عن اثنين فصاعدا اهـ .قال ابن الملک :ولكن إذا ذبح واحد عن أهل بيت بشاة تأدت السنة لجميعهم، وهذا الحديث قال الشافعى، وأحمد، ومالک: والمستحب للرجل أن يقول إذا ذبح أضحية :أضحى هذا عنى وعن أهل بيتى، وكره هذا عند أبى حنيفة اهـ (مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١٠٧٩ ، كتاب الصلاة، باب فى الاضحية)

التضحية (۱) بطريق هبة الثواب، ولكن الذى يشاركه فى الاجر بهذا الطريق لاتبرأ ذمته عن أضحيته ان كانت واجبة عليه.

أما مذهب الحنفية فهو مشهور فى هذا الباب. واما مذهب الشافعية فكذلك، يقول الشربينى الخطيب فى الاقناع(۲: ۲٦۰)"(و) تجزىء (الشاة) المعينة من الضأن أو المعز (عن واحد) فقط فإن ذبحها عنه وعن أهله أو عنه وأشرك غيره فى ثوابها جاز وعليه حمل خبر مسلم ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم بكبشين وقال اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن أمة محمد"وقال الرملى فى نهاية المحتاج(۸: ۱۲٦) "والشاة عن واحد فقط... واما خبر اللهم هذا عن محمد وامة محمد فمحمول على ان المراد التشريك فى الثواب لا فى الاضحية.

واما المالكية :فلا يقولون بالتشريك فى الملک، ويختارون التعبير بالتشريک فى الاجر، ولكن الاضحية تسقط عندهم عن الذى اشركه المضحى فى اجر اضحيته، بشرط ان يكون قريبا له ينفق عليه ولوتبرعا وان يكون ساكنا معه بدار واحدة ، فان اختلت هذه الشروط او بعضها صارت الاضحية لحما ولم تجزئ عن المالک ولا عمن اشركه. وهذه الشروط فيما اذا ادخل غيره معه، واما لوضحى عن جماعة لم يدخل نفسه معهم فجائز مطلقا، حصلت هذه الشروط او بعضها ام لا. هذا ملخص مافى الشرح الصغير للدردير(۲: ۱۴۲ و۱۴۳) والخرشى على مختصر

(۱)فان كانت الاضحية نافلة جاز الاشتراک فى الاجر بهذا الطريق بلاخلاف ، اما اذا كانت واجبة فعلى الخلاف المعروف فى جواز هبة ثواب الفرائض ،وللحنفية فيه قولان (حاشية تكملة فتح الملهم)

خليل(۳:۳۴)

واما الحنابلة، فتجوز الشاة الواحدة عندهم عن المضحى وعن اهل بيته وعياله. قال الموفق فى المغنى(۱۱:۹۷) ”لابأس ان يذبح الرجل عن اهل بيته شاة واحدة او بقرة او بدنة ، نص عليه احمد“ وقال المرداوى فى الانصاف(۴:۷۵) ”(وتجزء الشاة عن الواحد) بلا نزاع وتجزء عن أهل بيته وعياله على الصحيح من المذهب نص عليه وعليه أكثر الأصحاب وقطع به كثير منهم وقيل :لا تجزء وقدمه فى الرعاية الكبرى وقيل :فى الثواب لا فى الإجزاء “ (تكملة فتح الملهم، المجلد الثالث، كتاب الأضاحى،باب استحباب الضحية وذبحها مباشرة بلا توكيل والتسمية والتكبير، مسألة اشتراك أهل البيت فى شاة واحدة، صفحه۴۶۸ الىٰ ۴۷۰، مطبوعة:دار احياء التراث العربى، بيروت، لبنان)

مذکورہ عبارت میں شاۃِ واحدۃ (یاسبعِ بقرۃ) کی ملکیت میں اس طرح کے اشتراک کو کہ جس میں قربانی ایک سے زیادہ کی طرف سے واقع ہو، ناجائز ہونا قرار دیا گیا ہے۔

اوراس کی وجہ حنفیہ کے نزدیک مشہور ہے کہ شاۃِ واحدۃ (یاسبعِ بقرۃ) میں تعدد جائز نہیں، اور ایصالِ ثواب کی قربانی کا مضحی ومباشر کی طرف سے واقع ہونا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے، لہٰذا ایصالِ ثواب کرنے والے کا بھی ایک قربانی میں تعدد جائز نہ ہوگا۔

اور مذکورہ عبارت سے اس سلسلہ میں دوسرے فقہائے کرام کے اقوال بھی معلوم ہوگئے۔[1]

پس حنفیہ کے قواعد کی رُو سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے (زندہ ومردہ) کو ایصالِ

[1] اس سلسلہ میں دوسرے فقہائے کرام کے اقوال کا خلاصہ ”ضمیمہ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔
جہاں تک شافعیہ کا تعلق ہے،تو شافعیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص متأہل ہو،تو اس کا ایک قربانی کرنا سب گھر والوں کی طرف سے کفایت کردیتا ہے،اگرچہ دیگر اہلِ خانہ کی طرف سے قربانی کی نیت بھی نہ کرے،اور اگر دوسرے اہلِ خانہ کو قربانی کے ثواب میں شریک کرنے کا ارادہ کرے،تو پھران کو بھی ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

ثواب کیئے جانے والی قربانی میں بھی مضحی ومباشر (یعنی ایصالِ ثواب کنندہ) کا تعدد جائز نہیں، اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔

اس لئے فتاویٰ رحیمیہ اور اس میں مذکورہ جزئیہ کی بنیاد پر پہلے جو حنفیہ کے قواعد کے مطابق ایک قربانی میں تعدد و تجزی کا جواز بیان کیا گیا تھا، اس سے رجوع کیا جاتا ہے۔

اور جب عند الحنفیة سبع بقرة میں ایصالِ ثواب کی غرض سے مضحیین کی تجزی کا عدمِ جواز معلوم ہوگیا، تو اس سے شاةِ واحدة میں عدمِ جواز بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوگیا۔

چنانچہ امداد المفتیین میں ایک سوال اس طرح مذکور ہے:

زید عمرو خالد تینوں بھائیوں نے چار چار روپیہ کر کے دیا، اور مجموعہ بارہ روپیہ سے ایک بکری خریدی اور اس مشترکہ بکری کو اپنے والد مرحوم کی جانب سے قربانی کی تو یہ قربانی شرعاً صحیح ہوئی یا نہیں؟

امداد المفتیین میں اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل الفاظ میں مذکور ہے:

اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوتی، صحت کی صورت یہ تھی کہ دو بھائی اپنا اپنا حصہ تیسرے بھائی کو ہبہ کر کے اس کی مِلک بنا دیتے، اور وہ تیسرا صرف اپنی طرف سے قربانی کر کے ایصالِ ثواب کرتا (امداد المفتیین ص ۹۵۷، ۹۵۸، بعنوان: چند آدمی مل کر مشترک رقم سے میت کی طرف سے قربانی نہیں کر سکتے، مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی)

''وان مات احد السبعة'' جزئیہ کی بنیاد پر، متعدد افراد کے سبعِ بقرة، یا شاةِ واحدة میں شرکت کے جواز کے درست نہ ہونے کی تفصیل تو پیچھے ذکر کی جا چکی ہے، جیسا کہ یہ استدلال مخدوش و مرجوح ہے۔

''وَتَجُوزُ عَنْ سِتَّةٍ أَوْ خَمْسَةٍ أَوْ ثَلَاثَةٍ'' کی بحث

البتہ اگر سات سے کم افراد ایک بقرة میں شریک ہوں، اور کسی ایک شریک کا حصہ بھی ساتویں

حصہ سے کم نہ ہو، اور پھر یہی تمام، یا بعض شرکاء باقی ماندہ ساتویں حصہ میں شریک ہو کر اس سے ایصالِ ثواب کی نیت کریں، تو فتاویٰ محمودیہ میں اس صورت کو اس جزئیہ پر قیاس کر کے جواز بیان کیا گیا ہے، اور اس کے جواز کو اس جزئیہ پر قیاس کیا گیا ہے، جس میں فقہائے کرام نے سات سے کم افراد کی شرکت کی صورت میں سبعِ بقرۃ کی تجزی کو جائز قرار دیا ہے، اور ہماری طرف سے پہلے اس فتویٰ کو بھی جواز کی بنیاد بنایا گیا تھا۔

چنانچہ ایک سوال و جواب فتاویٰ محمودیہ میں اس طرح ہے:

سوال (۸۴۶۸): اگر چند شخص مل کر ساتواں حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کریں تو کرنا درست ہے یا نہیں، یا ایک ہی شخص اس حصہ کی قیمت ادا کرے تب درست ہے؟

الجواب حامداً مصلیاً: ایک شخص قیمت ادا کردے، تب بھی درست ہے، سب شرکاء مل کر کریں تب بھی درست ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ مبوب، جلد ۱۷، ص ۴۰۴، ۴۰۵، مطبوعہ: دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: 1426ھ مطابق 2005ء)

نیز ایک اور سوال کے تفصیلی جواب کے ضمن میں فتاویٰ محمودیہ میں ہی ہے:

جس بڑے جانور میں چھ آدمی شریک ہوں، وہاں کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں سب کا زائد ہے، پھر ساتویں حصہ کو سب نے مل کر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ایصالِ ثواب کے طور پر کر دیا، تب بھی کسی کا ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوا، بلکہ چھ آدمیوں کا ایک ایک حصہ پورا پورا ہوا، ایک حصہ میں سب شریک رہے، اور اس ایک حصہ سے واجب ادا کرنا مقصود نہیں، بلکہ ثواب پہنچانا مقصود ہے، تو شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ (فتاویٰ محمودیہ مبوب، جلد ۱۷، ص ۴۰۸، مطبوعہ: دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ، کراچی، سنِ طباعت: 1426ھ مطابق 2005ء)

مذکورہ فتوے میں جس جزئیہ کی طرف اشارہ ہے، وہ جزئیہ مندرجہ ذیل ہے:

والتقدير بالسبع يمنع الزيادة، ولا يمنع النقصان (المحيط البرهانى ، ج٦ص٩٨، كتاب الاضحية ، الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة فى الضحايا)

والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ولايمنع النقصان كذا فى الخلاصة (الفتاوىٰ الهنديه ، ج ٥ ص ٣٠٤، كتاب الاضحية ، الباب الثامن)

وفى أضاحى الزعفرانى ولو كانت البدنة أو البقرة بين اثنين فضحيا بها اختلف المشايخ فيه، والمختار أنه يجوز، ونصف السبع تبع فلا يصير لحما قال الصدر الشهيد -رحمه الله تعالى-: وهذا اختيار الإمام الوالد وهو اختيار الفقيه أبى الليث -رحمه الله تعالى- كذا فى الخلاصة.

وإن دفع أحدهم ثلاثة دنانير ونصفا، والآخر دينارين ونصفا، والآخر دينارا جازت عنهم؛ لأن أقل النصيب هو السبع، وكذلك لو اشترك خمسة ودفع أحدهم دينارين والثانى دينارين ونصفا والثالث ثلاثة دنانير والرابع كذلك والخامس ثلاثة دنانير ونصفا جازت عنهم؛ لأن أقل النصيب هو السبع، كذا فى محيط السرخسى (الفتاوىٰ الهنديه ، ج ٥ ص ٣٠٥، كتاب الاضحية ، الباب الثامن)

ولو كانت البدنة أو البقرة بين اثنين فضحيا بها اختلف المشايخ فيه والمختار أنه يجوز ونصف السبع تبع فلا يصير لحما قال

www.idaraghufran.org

الصدر الشهيد وهذا اختيار الامام الوالد وهو اختيار الفقيه أبى الليث (لسان الحكام، ص۳۸۷، الفصل الثانى والعشرون من الفصول الثلاثين فى الصيد والذبائح والأضحية، الفصل الثانى فى التسمية) [1]

---

[1] اور دیگر کتبِ فقہ میں بھی اس جزئیہ کی تفصیل مذکور ہے۔

وتجوز عن ستة أو خمسة أو ثلاثة ذكره محمد فى الأصل؛ لأنه لما جاز عن السبعة فعمن دونه أولى، ولا تجوز عن ثمانية لعدم النقل فيه فيبقى على الأصل، وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع، ولا يجوز عن الكل؛ لأن بعضه إذا خرج من أن يكون قربة يخرج كله من أن يكون قربة (تبيين الحقائق، ج۶ ص۳، كتاب الاضحية، من تجب عليه الاضحية)

وتجوز عن ستة، أو خمسة، أو أربعة، أو ثلاثة ذكره فى الأصل لأنه لما جاز عن سبعة فما دونها أولى، ولا يجوز عن ثمانية لعدم النقل فيه وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من سبع بدنة لا يجوز عن الكل لأنه بعضه إذا خرج عن كونه قربة خرج كله ويجوز عن اثنين نصفا فى الأصح (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۹۸، كتاب الاضحية)

إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع فإنه لا يجوز عن الكل أيضا لانعدام وصف القربة فى البعض وكذا يجوز عن خمسة أو ستة أو ثلاثة ولا يجوز عن ثمانية(الجوهرة النيرة، ج۲ص۱۸۷، كتاب الاضحية)

فلو أراد أحدهم بنصيبه اللحم أو كان كافرا أو نصيبه أى نصيب أحدهم أقل من سبع لا يجوز عن واحد منهم لما مر أن وصف القربة لا يتجزأ حتى إذا مات رجل وترك امرأة وابنا وبقرة فضحياها يوم العيد لا يجوز فى نصيب المرأة لأنه أقل من السبع وكذا لا يجوز فى نصيب الابن لانعدام وصف القربة فى البعض (مجمع الانهر، ج۲ص۵۱۷، كتاب الاضحية)

وتجوز عن ستة أو خمسة أو ثلاثة ذكره محمد فى الأصل وإنما تجوز عن سبعة (إن لم يكن لأحدهم أقل من سبع) حتى إذا مات رجل وترك ابنا وامرأة وبقرة وضحيا بها لم تجز فى نصيب الابن أيضا لفوات وصف القربة فى البعض وعدم تجزى هذا الفعل فى كونه قربة كذا فى الكافى (دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج۱ ص۲۶۶، كتاب الاضحية، شرائط الاضحية)

(قوله :وتجوز عن ستة أو خمسة أو ثلاثة) أقول، وكذا عن الاثنين فى الأصح؛ لأن نصف السبع يكون تبعا لثلاثة الأسباع كما فى الهداية والتبيين والعناية وهو احتراز عن قول بعض المشايخ إنه لا يجوز (حاشية الشرنبلالى علىٰ دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج۱ ص۲۶۶، كتاب الاضحية، شرائط الاضحية)

وتجوز عن ستة أو خمسة أو ثلاثة، ذكره محمد رحمه الله فى الأصل، لأنه لما جاز عن السبعة فعمن دونهم أولى، ولا تجوز عن ثمانية أخذا بالقياس فيما لا نص فيه وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع، ولا تجوز عن الكل لانعدام وصف القربة فى البعض، وسنبينه إن شاء الله تعالى (الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج۴ص۳۵۶، كتاب الاضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگراب غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جس جزئیہ پر قیاس کر کے فتاویٰ محمودیہ میں ایصالِ ثواب کی صورت کو جائز قرار دیا گیا ہے، تو اس کے جواز کی توجیہ میں فقہائے حنفیہ نے سُبعِ بقرۃ کی تجزی کے تابع ہونے کی تصریح فرمائی ہے، جس کے مفہومِ مخالف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجزی قربتِ مستقلہ کے طور پر حنفیہ کے قواعد کے مطابق جائز نہیں ہوگی۔

چنانچہ ''تکملة البحرُالرائق''میں ہے:

وَلَوُ اشْتَرَکَ اثُنَانِ فِی بَقَرَةٍ ، أَوُ بَعِیرٍ لَا یَجُوزُ فِی الْأُضُحِیَّةِ لِأَنَّهُ یَکُونُ لِوَاحِدٍ مِنُهُمُ ثَلَاثَةُ أَسُهُمٍ وَنِصُفٌ ، وَالنِّصُفُ لَا یَجُوزُ فِی الْأُضُحِیَّةِ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ یَجُوزُ لِأَنَّ النِّصُفَ یَصِیرُ قُرُبَةً بِطَرِیقِ التَّبَعِ لِغَیُرِهِ (تکملة البحرالرائق للطوری، ج۸ص ۲۰۲، کتاب الاضحیة)

اور جب سُبعِ بقرۃ (بقرۃ کے ساتویں حصہ) میں اپنی واجب قربانی کے علاوہ ایصالِ ثواب کی نیت ہوگی، تو یہ ایک مستقل جداگانہ یعنی قربتِ مستقلة کی نیت سمجھی جائے گی، اور وہ تابع ہونے والی توجیہ پوری طرح متحقق نہ ہوگی، اس لئے اس صورت میں سبعِ بقرۃ میں تعدد جائز نہ ہونا چاہئے، لیکن اس قربتِ مستقلة کی نیت کو لغو قرار دے کر قربانی کو درست قرار دیا جاسکتا ہے۔

البتہ اگر سات سے کم افراد ایصالِ ثواب ہی کی نیت سے مکمل بقرہ کی قربانی کریں، اور کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، تو پھر یہ اشتراک مضر نہ ہوگا، کیونکہ یہاں سبعِ بقرہ کی تجزی میں قربتِ مستقلة کی نیت نہیں ہے، اور یہ بعینہٖ واجب قربانی والی صورت کی طرح ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قولہ (وکذا إذا کان نصیب أحدهم أقل من السبع لا یجوز) کما إذا مات وترک امرأة وابنا وبقرة فضحیا بها یوم العید لم یجز، لأن نصیب المرأة أقل من السبع فلم یجز نصیبها ولا نصیب الابن أیضا.

وقوله (یجوز فی الأصح) احتراز عن قول بعض المشایخ -رحمهم الله -إنه لا یجوز لأن لکل واحد منهما ثلاثة أسباع ونصف سبع ونصف السبع لا یجوز فی الأضحیة، وإذا لم یجز البعض لم یجز الباقی .وجه الأصح ما ذکره فی الکتاب وبه أخذ الفقیه أبو اللیث والصدر الشهید رحمهما الله (العنایة شرح الهدایة، ج۹ ص ۵۱۱، کتاب الاضحیة)

www.idaraghufran.org

بہر حال بقرہ میں اگر سات سے کم افراد شریک ہوں، اور کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، تو ساتویں حصہ میں تمام یا بعض شرکاء کا ایصالِ ثواب کی نیت کرنا، حنفیہ کے قواعد کی رُو سے درست نہیں، اور اس کے خلافِ احتیاط ہونے میں کوئی شک نہیں، جس سے پرہیز کرنا چاہئے، بالخصوص جبکہ ایصالِ ثواب کوئی فرض وواجب عمل نہیں، مزید براں ایصالِ ثواب قربانی کے ساتھ خاص نہیں، لہٰذا اگر کسی کو کامل قربانی کی استطاعت نہ ہو؛ تو وہ اس رقم سے صدقہ وخیرات وغیرہ کر کے بھی ایصالِ ثواب کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

نیز اپنی واجب قربانی کرنے کے بعد اس کا گوشت صدقہ کر کے بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ [1]

اور جن فقہاء کے نزدیک واجب عمل کا بھی ایصالِ ثواب جائز ہے، ان کے نزدیک اپنی واجب قربانی کر کے (گوشت صدقہ کئے بغیر) بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ [2]

تضحیة عن الغیر کی صورت میں اذنِ غیر کی شرط

مذکورہ بحث کے ضمن میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ غیر کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں کیا عندالحنفیہ غیر کا اذن ضروری ہے یا نہیں؟

تو پہلے اس سلسلہ میں حنفیہ کے چند اردو فتاویٰ پیش کیے جاتے ہیں، اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اُن کا نتیجہ ذکر کیا جائے گا۔

امدادُ الفتاویٰ میں ہے:

---

[1] فی فتاوی أبی اللیث :وسئل أبو نصر عمن ضحی وتصدق بلحمه عن أبویه قال یجوز.لان اللحم ملکه فقط تصدق بملکه عن ابویه فیجوز (المحیط البرهانی ج ۸ص ۴۷۴، کتاب الاضحیة، الفصل السابع فی التضحیة عن الغیر، وفی التضحیة بشاة الغیر عن نفسه)

[2] وظاهر إطلاقهم یقتضی أنه لا فرق بین الفرض والنفل فإذا صلی فریضة وجعل ثوابها لغیره فإنه یصح لکن لا یعود الفرض فی ذمته؛ لأن عدم الثواب لا یستلزم عدم السقوط عن ذمته، ولم أر منقولا(البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ج۳،ص ۶۴، کتاب الحج،باب الحج عن الغیر)

www.idaraghufran.org

’’میں نے گزشتہ سال زبانی فتویٰ دیا تھا کہ جس طرح اپنی طرف سے قربانی کرنے میں ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں، اسی طرح غیر کی طرف سے تبرعاً نفل قربانی کرنے میں، خواہ زندہ کی طرف سے یا میت کی طرف سے، ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں، مگر روایات سے اس کے خلاف ثابت ہوا اس لئے میں اس سے رجوع کر کے اب فتویٰ دیتا ہوں کہ جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کی جاوے، چونکہ وہ ملک ذابح کی ہوتی ہے اور صرف اس دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے، اس لئے ایک حصہ کئی کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ مسلم میں ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے متعدد کو ثواب پہنچانا جائز ہے۔ بس یہ بھی ویسا ہی ہے۔ والروایات ھٰذہٖ۔

فرع من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع فى أضحية نفسه من التصدق والأكل والأجر للميت والملك للذابح قال الصدر والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزازية وسيذكره فى النظم (ردالمحتار، ص ۳۱۸، ج۵)

وعن ميت اى لو ضحى عن ميت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها وإن تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت ولهذا لو كان على الذابح واحدة سقطت عنه أضحيته كما فى الأجناس قال الشرنبلالى لكن فى سقوط الأضحية عنه تأمل اه أقول صرح فى فتح القدر فى الحج عن الغير بلا أمر أنه يقع عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه وللآخر الثواب فراجعه (ردالمحتار، ج۵،ص ۳۲۸)

وفى الدر المختار: (وإن مات أحد السبعة)المشتركين فى البدنة (وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح)عن الكل استحسانا لقصد القربة من

www.idaraghufran.org

الکل (صفحہ ۳۱۸)

وفی رد المحتار:(قوله لقصد القربة من الكل) هذا وجه الاستحسان .قال فی البدائع لأن الموت لا يمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ويحج عنه، وقد صح أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم - ضحى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من أمته وإن كان منهم من قد مات قبل أن يذبح اهـ (صفحہ ۳۱۸)

قلت: وقد دل الحديث على جواز التضحية عن الحی تبرعاً، وعلیٰ جواز الصحة الواحدة عن الكثيرين.

اوراسی وقوع الذبح عن الذابح وحصول الثواب للغیر کی فرع یہ ہے کہ اس تضحیۂ نافلہ عن الحی تبرعاً میں اس حی کے اذن کی ضرورت نہیں۔ میں اس کی ضرورت بھی بتلاتا تھا، اس سے بھی رجوع کرتا ہوں، بخلاف زکاۃ وصدقاۃِ واجبہ وتضحیۂ واجبہ کے، کہ اس میں اذن، غیر کا شرط ہے۔قرب ۳۶ھ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۷۳ و ۵۷۴، کتاب الذبائح والاضحیہ والصید والعقیقہ ،مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع ششم، شعبان 1411ھ)

امدادُ الفتاویٰ کے فتوے اس سے معلوم ہوا کہ اگر غیر کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے قربانی کی جائے (خواہ وہ غیر حی ہو، یا میت) اس میں نہ تو غیر کی اجازت کی ضرورت ہے، اور نہ ہی ایک حصہ میں غیر کا تعدُّد مضر ہے۔

اوراس کی وجہ یہی ہے کہ اس صورت میں ذبح دراصل ذابح کی ملکیت میں واقع ہوتا ہے، اور غیر کو ثوابِ محض حاصل ہوتا ہے، لہٰذا ثوابِ محض میں متعدد افراد کی شرکت کے لئے کوئی مانع نہیں۔

اوراس فتوے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے وقوع الذبح عن الذابح وحصول الثواب للغیر کی صورت میں دو چیزوں سے رجوع فرمایا ہے، ایک اس صورت میں غیر کے تعدد کے ناجائز ہونے سے اور دوسرے اس صورت میں اذنِ غیر کے شرط ہونے سے۔

www.idaraghufran.org

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ وعظ ''تعظیمُ الشعائر ''میں (جو ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو جامع مسجد تھانہ بھون میں ہوا) فرماتے ہیں:

اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کرتے ہیں، اور اس کو اطلاع نہیں ہوتی، اس صورت میں قربانی ادا نہیں ہوتی (خطباتِ حکیم الامت، بعنوان: سنتِ ابراہیم، صفحہ ۲۲۵؛ مطبوعہ: تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

اسی طرح سمجھو کہ اگر ایک حصہ میں کسی نے دو شخص کی نیت کرلی، تو اس کا حصہ تو گیا ہی تھا، اس کے ساتھ سب کا ہی ضائع ہو گیا (ایضاً صفحہ ۲۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی سب کی طرف سے نہیں کی تھی، بلکہ اپنی طرف سے کر کے، ثواب ساری امت کو بخش دیا، جیسے تم نفل قربانی صرف اپنی طرف سے کرو، اور پھر اس کا ثواب کئی آدمیوں کو بخش دو، یہ جائز ہے (ایضاً صفحہ ۲۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ جو قربانی غیر کی طرف سے (خواہ وہ غیر حی ہو، یا میت) اس کا نائب بن کر کی جائے، اس میں حنفیہ کے نزدیک دوسرے کی اجازت ضروری ہے، اور اس صورت میں غیر کا تعدد بھی مضر ہے، اور اس کی وجہ پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ اس صورت میں وقوع الذبح عن الغیر ہوتا ہے۔

البتہ اگر غیر کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے قربانی کی جائے (خواہ وہ غیر حی ہو، یا میت) تو اس میں غیر کا تعدد مضر نہیں۔

اور غیر کی اجازت بھی ضروری نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں وقوع الذبح عن الذابح والمباشر اور حصول الثواب للغیر ہوتا ہے۔

اور امدادُ الفتاویٰ میں ہے:

''اگر دوسرے کی طرف سے تبرُّعاً تطوعاً بلا اذن کے قربانی کی جائے، تو وہ مطلقاً درست ہے، خواہ اس کی طرف سے قربانی کی عادت ہو یا نہ ہو، اور اس کو عادت کی

اطلاع ہو یا نہ ہو؛ کیونکہ تبرعاً عن الغیر میں قربانی ذابح کی ملک پر ہوتی ہے، دوسرے کو محض ثواب پہنچتا ہے، قربانی اس کی ملک پر نہیں ہوتی؛ والحی والمیت فی ذالک سواء“.

والله تعالیٰ اعلم.

کتبہٗ: ظفر احمد عفا عنہ بامر سیدہٖ حکیم الامت دام مجدہم

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

(امداد الفتاویٰ، جلد سوم، صفحہ ۶۱۰، کتاب الذبائح والاضحیۃ، درذیل عنوان: اضحیۂ نفل غیر کی جانب سے جائز ہے)

اور امداد الاحکام میں ہے:

”صورتِ مسئولہ میں جس شخص نے ایک حصہ بقرہ میں سب امتِ محمدیہ کو شریک کیا ہے، اگر اس کی نیت محض ثواب پہنچانے کی نہ تھی، بلکہ سب کو اس حصہ میں شریک کرنا اور سب کی طرف سے قربانی کرنا تبرعاً مقصود تھا، تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ بعض شرکاء کے لیے ساتویں حصہ سے کم ہوا، پس قربانی صحیح نہ ہوئی، نہ اس حصہ میں اور نہ باقی حصوں میں، بلکہ اس کے ذمہ باقی رہا“..................۔

حررہٗ الاحقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

از تھانہ بھون خانقاہ امداد

۹/ محرم ۱۳۴۶ھ

(امداد الاحکام، جلد۴، صفحہ ۲۵۶، کتاب الصید والذبائح والاضحیۃ والعقیقۃ، درذیل عنوان: قربانی میں ایک حصہ تمام امتِ محمدیہ کی طرف سے کرنے کا حکم اور شرکتِ اضحیہ کے چند احکام)

حنفیہ کے قواعد کے مطابق مذکورہ صورت کا عدمِ جواز اس وجہ سے ہے کہ یہ صورت ایصالِ ثواب کے بجائے دوسرے کی طرف سے نائب بن کر قربانی کرنے کی ہے، اور اس صورت میں مضحّٰی، غیر ہیں، جن کی اجازت مفقود ہے۔

ملحوظ رہنا چاہیے کہ مذکورہ دونوں فتوے علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے تحریر فرمودہ

www.idaraghufran.org

ہیں، اور امدادالفتاویٰ میں درج شدہ فتویٰ تاریخ کے اعتبار سے امدادالاحکام کے فتوے سے مؤخر ہے اور امدادالفتاویٰ کا فتویٰ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے امر سے تحریر کیا گیا ہے۔

امدادالفتاویٰ کے فتوے میں **وقوع الذبح عن الذابح وحصول الثواب للغیر** کی صورت میں اذنِ غیر کا ضروری نہ ہونا اور امدادالاحکام کے فتوے میں مضحی کے غیر اور مباشر کے اس غیر کا نائب ہونے کی صورت میں اذنِ غیر کا ضروری ہونا بیان کیا گیا ہے۔

البتہ اتنا فرق ہے کہ امدادالفتاویٰ میں دوسرے کی طرف سے تبرعاً، تطوعاً قربانی کو ایصالِ ثواب والی قربانی قرار دیا گیا ہے، اور امدادالاحکام کے فتوے میں دوسرے کو ایصالِ ثواب نہ کرنے بلکہ اس میں دوسروں کو شریک کرنے اور دوسروں کی طرف سے بطور شرکت تبرعاً کرنے کی صورت کو الگ الگ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ [1]

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حنفیہ کے قواعد کے مطابق غیر کی طرف سے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ مضحی، غیر ہو (خواہ وہ غیر حی ہو، یا میت) اور مباشر اس کا نائب ہو، اس صورت میں **وقوعُ الذبح عن الغیر** ہوتا ہے، اس لئے اس صورت میں **شاۃِ واحدۃ (یاسبعِ بقرۃ)** کا ایک سے زیادہ مضحی کی طرف سے کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، اور اس صورت میں غیر کی اجازت کا ہونا بھی ضروری ہے (خواہ صراحتاً اجازت ہو، یا دلالۃً)

دوسری صورت یہ ہے کہ مضحی ہی مباشر ہو، اور وہ غیر کو ثواب میں شریک کرے، یا غیر کو ثواب ہبہ کرے (خواہ وہ غیر حی ہو، یا میت) اس صورت میں **وقوعُ الذبح عن الذابح** اور **حصولُ الثواب للغیر** ہوتا ہے، اس لئے

---

[1] اس مقام پر اس مرتبہ کچھ اصلاح وترمیم کی گئی ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اس صورت میں غیر کی اجازت کی ضرورت نہیں، اور نہ ہی اس صورت میں غیر کا تعدُّد مضر ہے (جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے اور صحابۂ کرام نے پورے گھر کے لئے کیا تھا)

لیکن اس صورت میں حنفیہ کے قواعد کے مطابق ایک قربانی (شاۃٍ واحدۃ، یا سبع بقرۃ) میں مضحی ومباشر کا تعدد جائز نہیں، اور اگر بقرہ میں سات سے کم افراد شریک ہوں، اور کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، تو باقی ماندہ ساتویں حصہ میں بعض یا تمام شرکاء کے مل کر ایصالِ ثواب کی نیت کرنے کو اگرچہ بعض اردو فتاویٰ میں اس کو جائز رکھا گیا ہے، لیکن وہ حنفیہ کے قواعد کی رُو سے خلافِ احتیاط معلوم ہوتا ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اس تفصیل کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے رسالہ ''ذُو الحجہ وقربانی کے فضائل واحکام'' (طباعتِ چہارم: ذُوالقعدہ ۱۴۲۸ھ نومبر 2007ء) کے صفحہ ۱۲۹ پر مسئلہ نمبر ۹ کو آئندہ اصلاح کر کے مندرجہ ذیل طریقہ پر شائع کیا جائے:

ایصالِ ثواب کے لئے نفلی قربانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا کسی استاذ یا والدین یا کسی بھی فوت شدہ، یا زندہ رشتہ دار واجنبی مسلمان کی طرف سے ان کو ثواب پہنچانے کے لئے کرنا درست ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص پورے ایک چھوٹے جانور کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قربانی کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے۔

البتہ ایک چھوٹے جانور یا ایک بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہو کر ایصالِ ثواب کریں، تو یہ عندالحنفیہ جائز نہیں، اور اگر بڑے جانور میں سات سے کم افراد شریک ہوں، اور کسی شریک کا بھی حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، تو باقیماندہ ساتویں حصہ میں

www.idaraghufran.org

سب، یا بعض شرکاء کا ایصالِ ثواب کی نیت کرنا حنفیہ کے قواعد کی رُو سے خلافِ احتیاط ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

یا نفسِ مسئلہ کو برقرار رکھتے ہوئے اسی مفہوم کی کوئی اور عبارت تحریر کی جائے۔ [1]

آخر میں عرض ہے کہ ہمارے دیار میں چونکہ عموماً ایصالِ ثواب کو میت کے ساتھ خاص سمجھا جاتا ہے، اس لئے عموماً احیاء کے لئے قربانی کرنے کی صورت میں ذابح اپنے آپ کو غیر کا نائب تصور کرتا ہے، اور اموات کے لئے قربانی کرنے کی صورت میں ذبح کو اپنی طرف سے واقع کر کے اس کا ایصالِ ثواب اموات کے لئے کرتا ہے۔

اس لئے بعض اوقات اس کے مطابق احیاء کی صورت میں اذنِ غیر کے بغیر قربانی اور غیر کے تعدد کو علی الاطلاق ناجائز اور اموات کی صورت میں اذنِ غیر کے بغیر قربانی اور غیر کے تعدد کو علی الاطلاق جائز قرار دیا جاتا ہے۔

ورنہ اصل مسئلہ کے اعتبار سے تفصیل وہی ہے، جو ماقبل میں ذکر کی گئی ہے، اس سے بعض فتاویٰ میں مذکور اطلاق کے شبہ کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان خان 29/ جمادی الاولیٰ/ 1430ھ 25/ مئی/ 2009ء بروز پیر

اصلاح واضافہ: 26/ صفر/ 1431ھ 11/ فروری/ 2010ء بروز جمعرات

نظرِ ثانی

07/ ربیع الاول/ 1431ھ 07/ دسمبر/ 2016ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

---

[1] بحمد اللہ تعالیٰ ''ذُوالحجہ و قربانی کے فضائل واحکام'' طباعتِ پنجم (شعبان ۱۴۳۲ھ جولائی 2011ء) میں مندرجہ بالا اصلاح شامل کر لی گئی ہے، اور وہاں اس رسالے کا حوالہ درج کر دیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ ''دوسرے کی طرف سے قربانی کے متعلق احکام'' اور ''دوسرے کو قربانی کا ایصالِ ثواب کرنے کے احکام'' کو مستقل طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔
محمد رضوان خان۔ 28/ رمضان/ 1432ھ 29/ اگست/ 2011ء۔

www.idaraghufran.org

اول رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہٗ

(مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی زیدت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ اور رسالہ تضحیۃ عن الغیر موصول ہوا تھا۔

اب شعبان میں مدرسہ کا کام کم ہوا، تو اسے دیکھا، ص 20 کے آخر اور اگلے صفحہ 21 کے شروع (اور موجودہ ایڈیشن میں ص 33، 34، 35) میں جو خلاصۂ کلام لکھا گیا ہے، وہ درست ہے، اور آپ کا اپنے سابقہ مسئلہ سے رجوع بھی درست ہے۔

احقر نے اپنے تخصص کے زمانہ میں بڑے مفتی صاحب (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرّہٗ) سے بھی ایک فتویٰ کی تحریر اور حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے اس میں ترمیم وتصدیق سے یہی بات سمجھی تھی۔............

دعاؤں کا طلب گار ہوں

والسلام

محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

26/8/1430ھ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

www.idaraghufran.org

اہلِ علم حضرات کی آراء

(1)......مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہٗ

(مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی)

۷۸۶

مکرمی ومحترمی زاداللہ مدارجکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

(اضحیہ سے متعلق) رسالہ مل گیا، احقر کی رائے بھی اس میں چھپی ہوئی پڑھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق پر جمع فرمادیں اور اتباع حق کی توفیق سے نوازتے رہیں۔

وبیدہٖ الخیر

والسلام

محمود اشرف غفرلہٗ ۸/۱۱/۳۰ھ

دارالافتاء: جامعہ دارالعلوم کراچی

(2)......مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدہٗ

(جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس، خالق آباد، نوشہرہ، سرحد)

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کا رسالہ ’’حصول الخیر بالتضحیۃ عن الغیر ‘‘موصول ہوا۔

حسبِ تعمیلِ ارشاد رسالے کا اول تا آخر بغور مطالعہ کیا، ماشاءاللہ تحقیق کا خوب حق ادا کیا، فقہی

عبارات اور اردو فتاویٰ کے سوال و جواب کے ذریعہ ہر پہلو کی تنقیح ہوگئی، اور مسئلہ بے غبار ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو بھی آپ کی دیگر قلمی کاوشوں کی طرح امت کے لیے نافع بنائے اور دینِ متین کی خدمت کا خوب خوب کام لے۔

البتہ ص 16 کی سطر نمبر 8 میں اعلاء السنن کی عبارت نقل کرنے میں تسامح معلوم ہوتا ہے، یعنی ''وحینئذ یبطل تجدید الشارع بالسبعة'' میں تجدید کی جگہ ''تحدید بالحاء'' ہونا چاہئے۔ [1]

جب اصل (1427/1415ھ ایڈیشن) کی طرف مراجعت کی تو وہاں بھی ''تجدید بالجیم'' پایا۔ اگر کسی پرانے نسخے میں دیکھ لیا جائے تو مناسب ہوگا۔

فقط والسلام

عبدالقیوم حقانی

31/ اکتوبر/ 2009ء

جامعہ ابو ہریرہ۔ نوشہرہ

---

(3)......مولانا محمد قاسم چلاسی صاحب زید مجدہٗ

(مدرسہ عثمانیہ تعلیم القرآن، محلّہ مسجد بلال، کلر سیداں، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔

---

[1] بندہ کو بھی اس سے اتفاق ہے، اور ''جیم'' کتابت میں تسامح معلوم ہوتا ہے، جس کی موجودہ ایڈیشن میں اصلاح کردی گئی ہے، فجزاکم اللہ تعالیٰ۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

ماہنامہ التبلیغ کے علمی و تحقیقی سلسلے کا نمبر (17) بعنوان ’’غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق‘‘ موصول ہوا، بغرضِ استفادہ ایک بار مطالعہ کرنے کی بحمداللہ توفیق ہوئی، ماشاء اللہ مسئلے کے قابلِ تحقیق پہلوؤں پر خوب سیر حاصل تحقیق ہوئی ہے۔

نیز آنجناب نے شمارہ کے صفحہ نمبر 23 تا 24 (اور موجودہ ایڈیشن میں ص 33، 34، 35 کی) میں جو خلاصۂ کلام بیان فرمایا ہے بندہ کو اس کے تمام مندرجات سے اتفاق ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ کو علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر 16 بعنوان صبح صادق اور وقت عشاء کی تحقیق پر مشتمل رسالہ موصول نہیں ہوا، امید ہے کہ ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ کے ساتھ ارسال فرما کر استفادہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔ والسلام

محمد قاسم چلاسی 22/ ذیقعدہ/ 1430ھ

(4)...... مولانا مفتی ریاض محمد صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء، دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی و مکرمی حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب مدظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مزاج گرامی! غیر کی طرف سے قربانی کے بارے میں ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ کا علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر (17) موصول ہوا۔

اس بارے میں واقعی تعارض تھا اور حتمی فیصلہ کرنے میں دقت پیش آتی تھی۔

آپ کی تحقیق سے اتفاق ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فقط واللہ اعلم

ریاض محمد دارالافتاء، تعلیم القرآن راولپنڈی 4/ 12/ 1430ھ

www.idaraghufran.org

(5)......مولانا مفتی غلام قادر صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

طالبِ خیریت بخیریت ہے۔

آپ کا علمی وتحقیقی رسالہ ’’حصولُ الخیر بالتضحیة عن الغیر ‘‘موصول ہوا، کثرتِ مشاغل نے رسالہ کو تفصیلاً دیکھنے کا موقع تو نہیں دیا، البتہ تمام صفحات پر سرسری نظر، اور اس رسالہ میں صفحہ 23 پر ذکر کئے گئے خلاصہ کو بغور دیکھا، یہ خلاصہ کلام درست اور احتیاط پر مبنی ہے۔

اللہ آپ کے علمی وتحقیقاتی سلسلے کو مزید ترقی عطا فرمائیں!

والسلام

(مفتی) غلام قادر نعمانی حفظہ اللہ تعالیٰ

دارالافتاء، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ

9/ ذیقعدہ/ 1430ھ

(6)......مولانا مفتی محمد امجد حسین صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً!

ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ کے فقہی سلسلہ کا مجلّہ نمبر 17 ’’حصولُ الخیر بالتضحیة عن

الغیر ''یعنی غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق کے زیرِ عنوان شائع ہوا ہے۔

حضرت مفتی محمد رضوان صاحب دامت فیوضہم کی یہ فقہی کاوش اس لحاظ سے تو ایک مستقل مقالہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس میں زیر بحث مسئلہ کی مختلف صورتوں، گوشوں اور پہلوؤں پر روایت ودرایت، استنباط واستدلال کی روشنی میں تفقہ سے مملو، جامع ومربوط کلام، فقہ وفتاویٰ کی عبارات واقتباسات کے جلو میں کیا گیا ہے۔

لیکن اصلاً یہ مضمون حضرت مفتی محمد رضوان صاحب موصوف نے اپنی تالیف ذی الحجہ وقربانی کے فضائل واحکام کے ایک مسئلہ سے مراجعت وتحقیق کے بعد رجوع اور اس تحقیق ومراجعت کے نتیجہ میں اس مسئلہ کی ازسرِ نو وضاحت کے لئے تحریر فرمایا ہے۔

بندہ نے بغرضِ استفادہ اس مقالہ کا مطالعہ کیا، اس میں مذکور فقہی اقتباسات وعبارات اور ان سے اخذِ نتیجہ کے طور پر مسئلہ کی موجودہ تنقیح وتوضیح سے تشفی واطمینان حاصل ہوا۔

مقالہ کے مطالعہ سے احکامِ شرع کی گیرائی وگہرائی، تفقہ واہلِ تفقہ کی عظمت اور احکامِ شرع کے انطباق، ارتباط اور تفہیم کے تمام ہی مرحلوں میں تفقہ کی ناگزیریت اور اہلِ تفقہ کی خدمات کی اہمیت کا ایک خوشگوار تاثر دل ودماغ کو محیط ہوا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی یہ سب دینی خدمات اور رجوع کا بے لوث عمل مقبول وماجور فرمائیں۔ آمین۔

فقط

خوشہ چین

محمد امجد حسین

دارالافتاء، ادارہ غفران، راولپنڈی

20/12/1430ھ

www.idaraghufran.org

(7)......مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ

(دارالافتاء: ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت محترم و معظم حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ماہنامہ التبلیغ کا علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۷ اموسوم بہ ’’حصول الخير بالتضحية عن الغير ‘‘ بغرضِ استفادہ مطالعہ کیا، غیر کی طرف سے قربانی کرنے کی صورتیں باحوالہ منقح ہوگئی ہیں، اور ’’ذوالحجہ و قربانی کے فضائل واحکام‘‘ کے آئندہ ایڈیشن میں ان شاءاللہ تعالیٰ مبحوث فیہ مسئلے کی اصلاح بھی ہوجائے گی۔

اس مسئلے کی اصلاح کرکے آئندہ جن الفاظ میں لکھنا تجویز ہوا ہے، وہ الفاظ تحقیقی رسالے کے صفحہ ۲۴ (اور موجودہ ایڈیشن میں ص 34) پر درج ہیں، دوسرے جملے میں ’’چھوٹے جانور‘‘ کے الفاظ مکرر محسوس ہوئے، ناقص رائے میں درمیان والا جملہ یوں مناسب معلوم ہوتا ہے:

’’یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص پورے ایک چھوٹے جانور کی قربانی کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قربانی کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے‘‘

تاہم آگے جو یہ تحریر کیا گیا ہے کہ:

’’البتہ ایک چھوٹے جانور یا ایک بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہوکر ایصالِ ثواب کریں تو یہ خلافِ احتیاط ہے‘‘ (علمی و تحقیقی سلسلہ نمبر ۷ ا ص ۲۴)

اس میں کچھ وضاحت ضروری ہے، کیونکہ پہلے ایڈیشن میں (جس سے رجوع کیا جارہا ہے) یہ تحریر کیا گیا تھا کہ:

اور یہ بھی جائز ہے کہ کئی لوگ مل کر ایک قربانی کا ثواب ایک یا زیادہ لوگوں کو پہنچائیں (ذُوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام ص ۱۲۹)

اس میں چھوٹے جانور کا ذکر نہیں تھا، اور نہ ہی یہ ذکر تھا کہ ایک بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں شرکاء کون ہیں، آیا اجنبی یا وہی جن کے کامل حصے بھی اس جانور میں موجود ہیں، پھر رجوع کس چیز سے ہوا، اس کی مکمل وضاحت نہیں ہوسکی۔

چھوٹے جانور میں تو یہ شرکت جائز معلوم نہیں ہوتی، اور اسی طرح اس صورت میں بھی جائز معلوم نہیں ہوتی، جبکہ سبع بقرۃ میں وہ لوگ شرکت کریں، جن کا کامل حصہ اس بقرۃ میں موجود نہیں، البتہ یہ صورت خلافِ احتیاط معلوم ہوتی ہے، جبکہ سبعِ بقرۃ میں وہی افراد ایصالِ ثواب کی نیت کریں، جن کا کامل حصہ (یعنی کم از کم ایک بٹہ سات حصہ) اس بقرۃ میں موجود ہے۔

جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

اردو فتاویٰ میں ایک فتاویٰ رحیمیہ کا حوالہ ہے، اس میں حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے جس جزیئے سے سبعِ بقرۃ میں بغرضِ ایصالِ ثواب متعدد افراد کی شرکت کے جواز کو قیاس کیا ہے، وہ جزئیہ یہ ہے:

(وان مات احد السبعة) المشتركين فى البدنة ...... الخ (شامی ج٦ ص ٣٢٦)

اس جزیئے سے سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت کا جواز ثابت ہونا تو اس لیے درست نہیں کہ آگے مجلّہ کے صفحہ ۹ پر امداد المفتین کے حوالے سے اس جزیئے کی جو توجیہ منقول ہے، وہ بڑی معقول اور فقہی اصول وقواعد کے مطابق ہے، اور اس توجیہ کی رو سے خود اس جزیئے

میں ہی سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت ثابت نہیں ہوتی، چہ جائیکہ اس پر قیاس کر کے کسی دوسرے مسئلہ میں سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت کو درست مانا جائے، اس لئے کہ (وان مات احد السبعة) والے جزیئے میں ورثاء کی اجازت سے وہ سبع بقرۃ میت کی طرف سے واقع ہو رہا ہے، نہ کہ ورثاء کی طرف سے، اور میت میں تعدد کا سوال ہی نہیں۔

سو، اب فتاویٰ رحیمیہ والے حوالے کا جواب تو امداد المفتین کی رو سے ہو گیا، کہ امداد المفتین میں بیان کردہ تحقیق و تفصیل کو ترجیح حاصل ہے، جیسا کہ مجلّہ کے صفحہ ۱۲ پر اس کی صراحت مذکور ہے۔

خصوصاً جبکہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے حتمی طور پر کوئی حکم بیان کرنے کے بجائے ''درست ہونا چاہئے'' جیسے کمزور الفاظ کے ساتھ اس مسئلے کو بیان فرمایا، اور ساتھ ہی دوسرے علماء سے دریافت کر لینے کا مشورہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

اور دوسرا حوالہ اردو فتاویٰ میں سے فتاویٰ محمودیہ کا ہے، اور فتاویٰ محمودیہ میں سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت کے جواز کو جن فقہی جزئیات پر قیاس کیا گیا ہے، وہ مجلّہ کے صفحہ ۶ پر منقول ہیں۔

ان فقہی جزئیات میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر ایک بڑے جانور میں شریک سات سے کم ہوں (مثلاً دو، تین، چار، پانچ، یا چھ افراد) اور ان ہی میں سے بعض یا سب افراد کا حصہ ساتویں حصہ سے بھی زیادہ ہو، لیکن کسی بھی شریک کا حصہ ایک بٹہ سات حصے سے کم نہ ہو، تو فقہائے کرام کے نزدیک مختار قول کی رُو سے اس صورت میں قربانی جائز ہے، جیسا کہ آپ کی تصنیف ''ذُوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' کے صفحہ ۱۲۸ پر مسئلہ نمبر ۵ میں مذکور ہے، کیونکہ یہاں فقط سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت نہیں ہے، بلکہ سبع بقرۃ میں شرکت دوسرے کامل حصوں کے تابع ہو کر ہے، جس کی صراحت آپ نے بھی فرمائی ہے۔

فی قولہ:

''جہاں تک اس جزئیہ کا تعلق ہے، جس میں (الیٰ) تعدد جائز نہ ہونا چاہیے''

اور آگے بھی ذکر آتا ہے۔

بہرحال ان جزئیات کی بنیاد پر سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت تب ثابت ہوسکتی تھی جبکہ مثلاً کسی بقرۃ میں چھ شرکاء واجب قربانی کی نیت سے شریک ہوتے، اوران چھ کے علاوہ دو یا دو سے زائد افراد ایصالِ ثواب کے ارادے سے سبع بقرۃ میں شریک ہوتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پس اس طرح کے جزئیات کی بنیاد پر سبع بقرۃ میں متعدد افراد کی شرکت ثابت نہ ہوئی، جیسا کہ مجلّہ کے ص ۱۸ پر بھی یہی مرقوم ہے۔

فی قولہ: ''پس قواعد کی رُو سے (الیٰ قولہ) جائز نہ ہونا چاہیے''

اب اگر کسی گائے میں شریک چھ افراد نے ساتویں حصے میں مشترکہ طور پر ایصالِ ثواب کی نیت کرلی، تو اس کی بظاہر دو صورتیں ممکن ہیں، ایک یہ کہ ہر شریک نے واجب قربانی کی نیت مستقل اور کامل حصے میں کی، اور ایصالِ ثواب کی نیت سبع بقرۃ (یعنی تجزی والے حصے) میں کی (جیسا کہ فتاویٰ محمودیہ کے نقل کردہ فتاویٰ میں مذکور ہے)

اس صورت کا جواز اس لئے درست معلوم نہیں ہوتا کہ مقیس علیہ (یعنی وہ جزئیات جن میں تجزی والے حصے کے کامل حصے کے تابع ہونے کی توجیہ مذکور ہے) میں تجزی والے حصے کو کامل حصے کے تابع کرکے مجموعی طور پر ایک ہی حصہ قرار دیا گیا ہے، اور یہ ایک حصہ قرار دیا جانا ان جزئیات میں اس لئے درست ہے کہ فقہائے کرام کے مطابق قربانی کرنے والے کی اس پورے مجموعی حصے میں ایک ہی نیت قرار دی گئی ہے۔ [1]

جبکہ ہمارے مبحوث فیہ مسئلے میں قربانی کرنے والے کی نیت کامل حصے میں الگ ہے، اور تجزی

---

[1] چنانچہ شامی میں ہے:

(قوله ولو ضحى بالكل إلخ) الظاهر أن المراد لو ضحى ببدنة يكون الواجب كلها لا سبعها بدليل قوله فى الخانية: ولو أن رجلا موسرا ضحى ببدنة عن نفسه خاصة كان الكل أضحية واجبة عند عامة العلماء وعليه الفتوى اهـ (شامی ج٦ ص ٣٢٣)

www.idaraghufran.org

والے حصے میں الگ ہے، اس لئے ان جزئیات کی بنیاد پر اس صورت کے جواز کا قول کم از کم خلافِ احتیاط ضرور ہے، اس لئے اس صورت سے بھی منع کرنا چاہئے، البتہ اگر کسی نے ایسا کرلیا تو ایصالِ ثواب کی نیت کو لغو قرار دے کر قربانی کو درست قرار دیا جاسکتا ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ چھ شرکاء میں سے ہر ایک نے اپنے کامل حصے اور تجزی والے حصے کو ملا کر مجموعی حصے میں واجب قربانی کے ساتھ برابر درجے میں ایصالِ ثواب کی نیت بھی کرلی، تو اس صورت میں یہ دراصل واجب قربانی کے ذریعے ایصالِ ثواب کی نیت ہے، یہ صورت ان فقہاء کے نزدیک جائز ہوگی، جن کے نزدیک واجب عمل کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شاۃِ واحدۃ میں ایک سے زیادہ افراد کا ایصالِ ثواب کی غرض سے شریک ہونا درست نہیں۔

امداد المفتیین کے حوالے سے مجلّہ کے صفحہ ۱۰ پر اس صورت میں قربانی کا عدمِ جواز مصرح ہے، اور بڑے جانور میں واجب قربانی کی نیت سے شریک ہونے والے افراد کے علاوہ دو یا دو سے زائد افراد کا ایصالِ ثواب کے ارادے سے سبع بقرۃ میں شریک ہونا بھی ناجائز ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں پیش کردہ جزئیہ سے جواز کا شبہ ہوتا تھا، مگر اس کا جواب امداد المفتیین میں ذکر کردیا گیا ہے۔

رہی یہ صورت کہ بقرۃ میں واجب قربانی کی نیت سے شریک (سات سے کم) افراد ہی سبع بقرۃ میں ایصالِ ثواب کے ارادے سے شریک ہوجائیں، تو اس کی آگے پھر دو صورتیں بنتی ہیں، جو اوپر مذکور ہوئیں۔

اس لئے جس صورت کو خلافِ احتیاط لکھا ہے، اس میں یہ قید ضروری معلوم ہوتی ہے کہ وہی افراد جن کے پہلے سے کامل حصے موجود ہیں، باقی ماندہ سبع بقرۃ میں ایصالِ ثواب کی نیت کریں۔

اخیر میں یہ عرض ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں یہ مضمون کچھ ترمیم واصلاح کرکے ایسے انداز سے

لکھ دیا جائے جس سے مبحوث فیہ مسئلے کے جواز وعدمِ جواز کی صورتیں عام قاری کے لئے سمجھنا آسان ہوسکے، اور مرجوع الیہ ومرجوع عنہ مسئلہ کی پوری طرح تنقیح ہوجائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد یونس 24/صفر/1431ھ

دارالافتاء، ادارہ غفران، راولپنڈی

معروضات

از طرف محمد رضوان

(ادارہ غفران، راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ نے جن امور کی طرف توجہ دلائی ہے، بندہ کو ان سے اتفاق ہے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء .

یہ بات تو علمی وتحقیقی مجلّہ میں واضح کردی گئی ہے کہ ایصالِ ثواب کی صورت میں وقوع الذبح عن الذابح و المباشر اور حصول الثواب للغیر ہوتا ہے۔

اور جب ایسا ہے تو ذابح ومباشر کا بصورتِ ایصالِ ثواب بھی تعدد درست نہ ہوگا، لہٰذا سبع بقرۃ اور شاۃِ واحدۃ میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت جائز نہیں، خواہ وہ قربانی واجب ہو یا تطوع، اور خواہ دوسرے کو ایصالِ ثواب مقصود ہو یا نہ، اور ''وان مات احد السبعۃ'' والے جزئیہ کا جواب امداد المفتیین میں بیان کردیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] حال ہی میں حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ محررہ 25/ذوالقعدۃ/1407ھ کا نظر سے گزرا، جس میں وہ فرماتے ہیں:

عرض ہے کہ اس سے پہلے احقر نے ''وان مات احد السبعۃ الخ'' پر قیاس کرکے اور حضرت مولانا محمد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور رہی یہ صورت کہ جب بدنة یا بقرة میں سات سے کم افراد شریک ہوں، اور کسی ایک شریک کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، تو بعض یا سب شرکاء کا ساتویں حصہ میں بنیتِ ایصالِ ثواب شریک ہونا، تو یہ صورت محلِ کلام ہے۔

اصولی طور پر تو اس صورت سے بھی اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ اس صورت کو جس جزئیہ پر قیاس کیا گیا ہے، اولاً تو اس کا جواز وعدمِ جواز مختلف فیہ ہے، بعض اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، بوجہ ساتویں حصہ میں تجزی ہوجانے کے۔

اور اصح ومختار اگرچہ جواز ہے، لیکن جواز کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ سبع بقرة کی تجزی کامل حصہ کے تابع ہوکر قربت بنتی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بذاتِ خود یہ قربت نہیں ہوتی۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ سن کر اس پر فتویٰ دیا تھا، کہ کوئی شخص ایک حصہ میں شریک ہوکر اس کا ثواب میت کو پہنچا سکتے ہیں، پھر بعد میں اس پر اشکال ہوتا رہا، اور جزئیہ مذکور پر قیاس کرنا صحیح نہیں معلوم ہوا، بلکہ یہ قیاس، قیاس مع الفارق معلوم ہونے لگا، اول تو وہ اضطراری مِلک ہے، دوسرے ''احد السبعة'' کے ورثاء میت کے فی الجملہ ثابت اور حکماً واحد قرار دیئے جاسکتے ہیں، اس لئے اب یہ احقر اپنے پہلے فتویٰ سے رجوع کرتا ہے، اور اس صورت کے عدمِ جواز یعنی قربانی نہ ہونے کا فتویٰ دیتا ہے، حضرت مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ میں اس پر تفصیلی بحث سے بھی اسی عدمِ جواز کی تائید ہوتی ہے (اس کے بعد امداد المفتیین کا ایک اقتباس نقل کر کے فرماتے ہیں) اس سے واضح ہے کہ ساتویں حصہ کا تجزیہ اس جزئیہ میں نہیں پایا گیا کہ اس پر قیاس کر کے دوسری جگہ صورتِ مسئولہ میں تجزیہ کو جائز قرار دے دیا جائے، بلکہ ورثہ کا تصرف بہ نیابتِ میت حکماً ایک شخص یعنی میت کا ہی تصرف سمجھا جائے گا، اور ساتواں حصہ حکماً واحد ہی رہے گا (مجلّہ ''الحقانیہ'' ساہیوال، سرگودھا، صفحہ ۴۷، جلد ۴، شمارہ ۱۲، ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ)

[1] وتجوز عن ستة أو خمسة أو ثلاثة، ذكره محمد رحمه الله في الأصل، لأنه لما جاز عن السبعة فعمن دونهم أولى، ولا تجوز عن ثمانية أخذا بالقياس فيما لا نص فيه وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع، ولا تجوز عن الكل لانعدام وصف القربة في البعض، وسنبينه إن شاء الله تعالى (الهداية في شرح بداية المبتدي، ج۴ص ۳۵۶، كتاب الاضحية)

قوله (وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع لا يجوز) كما إذا مات وترك امرأة وابنا وبقرة فضحيا بها يوم العيد لم يجز، لأن نصيب المرأة أقل من السبع فلم يجز نصيبها ولا نصيب الابن أيضا. وقوله (يجوز في الأصح) احتراز عن قول بعض المشايخ -رحمهم الله- إنه لا يجوز لأن لكل واحد منهما ثلاثة أسباع ونصف سبع ونصف السبع لا يجوز في الأضحية، وإذا لم يجز البعض لم يجز الباقي .وجه الأصح ما ذكره في الكتاب وبه أخذ الفقيه أبو الليث والصدر الشهيد رحمهما الله (العناية شرح الهداية، ج۹ص ۵۱۱، كتاب الاضحية)

www.idaraghufran.org

لہٰذا سبع بقرة کے اجزاء کے ساتھ قربتِ مستقلہ کی نیت کرنا درست نہ ہونا چاہئے، جس کی تصریح علمی و تحقیقی سلسلہ میں بھی کردی گئی تھی، لیکن بایں ہمہ اگر کسی نے ایسا کیا، تو قربانی کو درست قرار دیا جاسکتا ہے، جس کی توجیہ جناب نے اپنے مکتوب میں ذکر کردی ہے۔

آئندہ ایڈیشن میں ان شاءاللہ تعالیٰ اصلاح کردی جائے گی، اور مضمون کے اغلاق کو بھی ختم کردیا جائے گا، فجزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ [1]

فقط

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۲۵/صفر/۱۴۳۱ھ 10/فروری/2010ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی

---

(8)......مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہٗ

(جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

برادرِ عزیز مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تھانوی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

خیریت موجود عافیت مقصود۔ آپ کا مرسلہ رسالہ ”حصول الخیر بالتضحیة عن الغیر“ پہنچا، احقر نے اول سے آخر تک بغور پڑھا، بندہ اس کے تمام مندرجات سے متفق ہے، اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مفید بنائیں، اور آپ کو جزائے خیر سے نوازیں۔ آمین۔

صحیح یہی ہے کہ شاة واحد یا سبع بقرة میں ایصالِ ثواب کی دو صورتوں میں سے پہلی صورت (جس میں ایصالِ ثواب کرنے والے کی طرف سے پوری شاة یا بڑے جانور کا ایک حصہ

---

[1] موجودہ ایڈیشن میں بحمداللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کردی گئی ہے، اور ممکنہ حد تک اغلاق کو بھی ختم کردیا گیا ہے۔

www.idaraghufran.org

متعدد افراد کے لیے قربانی میں ذبح کیا جائے) جائز اور دوسری صورت (جس میں ایک شاۃ یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں متعدد افراد شریک ہو کر ایصالِ ثواب کریں) ناجائز ہے۔
اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ اگر غیر کو ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کی جائے (خواہ وہ غیر حی ہو، یا میت) اس میں اس غیر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اور نہ ہی اس غیر کا تعدد اور ایک سے زائد ہونا مضر ہے۔ حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہٗ بھی پہلے ایک شاۃ/سبع بقرۃ میں جب ان کی نفلی قربانی کی جائے، متعدد افراد کی شرکت کو جائز فرماتے تھے، بعد میں آپ نے اس فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا، احقر نے ایک سوال کے جواب میں اس کی تفصیل لکھ دی ہے، جو حال ہی میں ماہنامہ ''الحقانیہ'' ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ میں شائع ہو چکی ہے، اگر آپ چاہیں تو احقر کی ان چند سطور کے ساتھ اس تفصیل کو بھی آئندہ اپنے رسالہ میں شامل فرمالیں۔ [1]

فقط والسلام

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ ۲۹/ذوالقعدہ/۱۴۳۰ھ 18/11/2009ء

جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

---

(9)......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ

(نائب صدر: جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم! بندہ زید مجدکم

آپ کے کئی مقالے میرے پاس جمع ہو گئے ہیں، علالت اور اسفار واشغال نے مہلت نہ دی، اب تضحیہ عن الغیر کا مقالہ دیکھنے کی نوبت آئی، الحمدللہ کافی وافی پایا، تقبل اللہ تعالیٰ منکم وجزاکم خیرا۔ البتہ یہ عبارت صفحہ 18 پر مبہم سی ہے کہ:

---

[1] یہ مضمون بندہ کی معروضات کے ضمنی حاشیہ میں شامل کیا جاچکا ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ محمد رضوان۔

”......اگر متعدد افراد ایصالِ ثواب کی نیت سے......مضر نہ ہونا چاہئے“

اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ افراد مثلاً واجب قربانی کر رہے ہیں، تو ساتویں حصے کو مشترک طور پر کسی کے ایصالِ ثواب کی غرض سے قربانی کی نیت کر سکتے ہیں، تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی، اور اگر مقصد کچھ اور ہے، تو اسے واضح کرنا چاہئے۔

البتہ گوشت صدقہ کرنے میں ایصالِ ثواب کی نیت جو آگے لکھی ہے، بے غبار ہے۔

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

بندہ محمد تقی ۔25/3/1432ھ

(مہر) دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر: 1339/12 مورخہ: 26/3/32ھ 2/3/2011ء

بندہ محمد رضوان عرض کرتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم کی یہ رائے رسالہ ہٰذا کے ابتدائی مسودہ سے متعلق ہے، جس میں واقعتاً اجمال تھا، اور حضرت سے قبل بندہ کے ایک رفیق نے اس قسم کے چند امور کی طرف توجہ دلائی تھی، جس کے نتیجہ میں اس اجمال سمیت بعض امور کی اگلے ایڈیشن میں اصلاح کر کے اشاعت کی گئی تھی۔

حضرت والا مدظلہم کی خدمت میں دوبارہ اصلاح شدہ اگلے ایڈیشن کا نسخہ ارسال کیا گیا، جس پر حضرت والا نے درجِ ذیل جواب سے ممنون فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم! بندہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آج ”تضحیہ عن الغیر“ کے بارے میں ترمیم شدہ عبارت دیکھنے کا موقع ملا۔

الحمد للہ، وہ اجمال دور ہو گیا۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء.ووفقکم لأمثال أمثاله۔

والسلام

بندہ محمد تقی 1/6/32ھ

(ضمیمہ)

اضحیہ کے علی العین یا علی الکفایہ ہونے کا مسئلہ

ماقبل میں جو تفصیل ذکر کی گئی، وہ حنفیہ کے قواعد کے مطابق ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے، جس کی تفصیل بندہ نے دوسرے رسالہ ''وجوبِ قربانی اور نصابِ قربانی کی تحقیق'' میں باحوالہ ذکر کردی ہے، اہلِ علم حضرات کے لیے ذیل میں عبارات کے حذف کے ساتھ اس کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

حنفیہ کے نزدیک جس شخص میں قربانی کا حکم عائد ہونے کی شرائط پائی جائیں، اس پر قربانی علی العین واجب، یا سنت ہے، اور ایک گھر کے ایک سے زیادہ افراد میں اگر الگ الگ قربانی کے واجب یا سنت ہونے کی شرائط پائی جائیں، تو ان پر الگ الگ قربانی واجب یا سنت ہے۔

چنانچہ اگر مثلاً ایک شخص صاحبِ نصاب ہے، اور اس کی بیوی بھی صاحبِ نصاب ہے، اور والدین بھی صاحبِ نصاب ہیں، اور بالغ اولاد بھی صاحبِ نصاب ہے، تو ان سب کو الگ الگ قربانی کا حکم ہوتا ہے، اور ایسی صورت میں گھر کے کسی ایک فرد کا قربانی کر لینا کافی نہیں ہوتا، اور نہ ہی قربانی کے چھوٹے جانور (یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) میں گھر کے دو یا زیادہ افراد کی شرکت کرنا درست ہوتا ہے، اور نہ ہی بڑے جانور (یعنی گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ) میں گھر کے سات سے زیادہ افراد کی شرکت کرنا درست ہوتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ایک شخص کو اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں (مثلاً بیوی، بچوں وغیرہ) کی طرف سے ایک چھوٹے جانور (یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کی اور اسی طرح ایک بڑے جانور (یعنی گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ) کی قربانی کرنا کافی ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کے گھر والے کتنے ہی زیادہ افراد کیوں نہ ہوں۔

مگر اس سلسلہ میں مذکورہ فقہائے کرام کے یہاں کچھ تفصیل ہے، جس کا خلاصہ ذیل میں

درج کیا جاتا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک اگرچہ قربانی کے چھوٹے و بڑے کسی جانور میں ایک سے زیادہ افراد کا ملکیت کے طور پر شرکت کرنا جائز نہیں۔

اوران کے نزدیک ایک گھر کے ایک سے زیادہ افراد ہونے کی صورت میں ہر اہل اور قادر شخص کو انفرادی طور پر اپنی قربانی الگ جانور سے کرنا اکمل سنت ہے، اور اگر کوئی شخص اپنی طرف سے نیت کر کے ایک بڑے یا چھوٹے جانور کی قربانی کرے، تو صرف اسی کی طرف سے قربانی ادا ہوتی ہے، گھر کے کسی دوسرے فرد کی طرف سے ادا نہیں ہوتی، لیکن اگر گھر کے کسی دوسرے فرد یا افراد کو ثواب میں شریک کرنے یا ان کی طرف سے قربانی کرنے کی نیت کرلے، تو ایسی صورت میں گھر کے ان دوسرے افراد سے قربانی کا مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ افراد سات سے زیادہ کیوں نہ ہوں۔

اور مالکیہ کے نزدیک گھر والوں کے مفہوم میں وہ لوگ داخل ہیں، جن میں تین شرطیں پائی جائیں، ایک یہ کہ وہ اس شخص کے ساتھ رہائش پذیر ہوں، دوسرے یہ کہ وہ اس شخص کے رشتہ دار ہوں، اگرچہ دور کے ہی کیوں نہ ہوں، جس میں بیوی بھی داخل ہے، تیسرے یہ کہ ان لوگوں کا اس پر نان ونفقہ واجب ہو، جیسا کہ غریب والدین اور اولاد، یا یہ شخص ان کا نان ونفقہ تبرعاً ادا کرتا ہو، جیسا کہ مالدار والدین اور اولاد، اور چچا تایا وغیرہ۔

اوران تمام صورتوں میں مالکیہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے والے کی انفرادی طور پر ملکیت میں ہو، اور اسے کسی دوسرے فرد کو اس کی قیمت میں شریک کرنا جائز نہیں۔

اگر کسی اور کے پیسے شریک کرنے کی ضرورت پڑے، تو اس دوسرے گھر کے فرد کو چاہئے کہ یہ پیسے اس شخص کو ہبہ کردے، اور پھر یہ اپنی ملکیت سے جانور خرید کر دوسرے گھر کے افراد کو شریک کرے۔

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اگر کوئی شخص منفرد ہو، تو اس کے حق میں قربانی سنت علی العین ہے، اور اگر کوئی متاہل ہو یعنی کسی شخص کے گھر کے افراد ایک سے زیادہ ہوں، تو اہلِ خانہ میں سے کسی ایک شخص کا چھوٹے (یعنی بکرے، دنبہ وغیرہ) یا بڑے (یعنی گائے، اونٹ وغیرہ) ایک جانور کی قربانی کر لینا سب گھر والوں کی طرف سے کفایت کر دیتا ہے، اگرچہ گھر کے دوسرے افراد کی طرف سے اجازت بھی حاصل نہ کی گئی ہو، کیونکہ ان کے نزدیک گھر والوں کے لئے قربانی کی سنت علی الکفایہ ہے۔

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک متاہل پر قربانی کے سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ گھر میں سے ہر صاحبِ استطاعت شخص کو قربانی کرنا سنت ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک عاقل، بالغ فرد قربانی کر لے، تو دوسروں سے مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے، مگر دوسروں کو قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، البتہ اگر قربانی کرنے والا گھر کے دوسرے افراد کو قربانی کے ثواب میں شریک کرنے کا ارادہ کر لے، تو پھر ان کو بھی ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

اور شافعیہ کے نزدیک اس سلسلہ میں اہلِ خانہ یا گھر کے افراد کی تفسیریں مختلف ہیں، جن میں سے دو تفسیریں راجح ہیں، ایک تفسیر کے مطابق گھر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کا نان نفقہ اس شخص پر لازم ہو، جیسا کہ بیوی اور اولاد وغیرہ، اور دوسری تفسیر کے مطابق گھر والوں سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کا نان نفقہ یہ شخص ادا کرتا ہو، اگرچہ تبرعاً ہی کیوں نہ ادا کرتا ہو۔

اور حنابلہ کے نزدیک بھی گھر والوں کے مفہوم میں بیوی، اولاد وغیرہ داخل ہیں۔

البتہ اولاد اگر عاقل، بالغ ہو، اور وہ اپنے نان نفقہ کا انتظام کر کے الگ تھلگ رہتی ہو، تو وہ مستقل بنفسہٖ شمار ہوگی۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ پیچھے حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک ایک گھر والوں کی طرف سے پورے ایک جانور میں کفایت کی جو تفصیل ذکر کی گئی، وہ اس صورت کے ساتھ خاص ہے، جبکہ پورے جانور کی قربانی کی جائے، لیکن اگر بڑے جانور کے حصہ میں گھر سے

باہر کے فرد یا افراد کے ساتھ شرکت کی جائے، تو پھر اس بڑے جانور میں سات سے زیادہ افراد کی شرکت ان حضرات کے نزدیک بھی درست نہیں۔

اسی طرح اجنبی لوگوں کی ایک چھوٹے جانور میں بھی شرکت درست نہیں۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک منفرد ومتاھل، یعنی گھر والے یا اجنبی کا فرق کئے بغیر قربانی کے ایک چھوٹے جانور (بکری، دنبہ وغیرہ) کو ایک کی طرف سے قربان کرنا متعین ہے، اور بڑے جانور (گائے، اونٹ وغیرہ) کو سات افراد سے زیادہ کی طرف سے کرنا جائز نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، بندہ کا دوسرا رسالہ ''وجوبِ قربانی اور نصابِ قربانی کی تحقیق'')

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

www.idaraghufran.org